UNIVERSAL
LIBRARY
OU_188894
UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. Accession No.

Author سفرنامہ ہندوستان

Title

This book should be returned on or before the date last marked below.

هوالکل

یا معین

سفرنامہ ہندوستان

یعنی

روزنامچہ حضرت خواجہ حسن نظامی

بابت سفر ۱۹۰۷ء

جسمیں

بمبئی کے تمام دلچسپ نظارے، مندر سومنات کے چشم دید حالات، غازی محمود غزنوی کے جنگی میدان کے سین، ریاست منگرول کاٹھیاواڑ کے مشہور تبرکات، ریاست جوناگڈھ کے تاریخی مقامات، احمد آباد گجرات کی تاریخی عمارات، اور بزرگان دین کے مزارات، ریاست بڑودہ کے عجیب و غریب قرآن شریف و غیرہ یادگاروں کا مفصل تذکرہ ہے

پیرزادہ سید محمد صادق کارکن حلقہ المشائخ دہلی نے

بماہ جمادی الاخری ۱۳۲۷ ہجری مطابق مارچ سنہ ۱۹۰۹ عیسوی

دوسری بار

لالہ ٹھاکر داس اینڈ سنز، کے

دلی میں زینت طبع اکسرھلی میں چھپوا کر شائع کیا

دوسری بار پانچسو

قیمت ۱۲ار

روزنامچہ کا قلم

جس سے یہ یادداشت لکھی گئی مجازہی اور حقیقت
وہ وجود ہے جس کو غلام نظام الدین قریشی پریمی شاہ
احمد آبادی کے نام سے اِس کتاب میں یاد کیا گیا ہی ٭
اِس دوسری اشاعت کو اِسی حقیقی قلم کے نام
منسوب کرکے اِس سیاحت نامہ کو بجقدار رسید کی مُہر سے
مکمّل کرتا ہوں ٭

حجرہ رین بسیرا دہلی — حسن نظامی

مارچ سنہ ۱۹۱۹ء

حوالۂ ۱ یادگیری

روزنامچۂ سفر

بمبئی۔ کاٹھیاواڑ۔ گجرات۔ بابت سنہ ۱۳۲۵ھ

و سنہ ۱۹۰۷ء

آج سے پانچ برس پہلے کا ذکر ہے۔ راقم نے چار مہینے بمبئی کاٹھیاواڑ گجرات کے علاقہ میں بسر کیے تھے۔ اور حسبِ عادت روزنامچہ کے طور پر مختصر سی یادداشت لکھ لیا کرتا تھا۔ اب بعض دوستوں کا تقاضہ ہوا کہ اس روزنامچہ کو شائع کر دینا چاہیئے۔ مگر بظاہر یہ یادداشت خانگی طریقہ کی تھی۔ جسکو عام دلچسپی کے ارادہ سے نہیں لکھا گیا تھا۔ اس واسطے خیال کیا گیا کہ ایسی معمولی باتوں کا چھاپنا جن میں سوائے اس کے کچھ نہ ہو کہ آج یہاں سے اُٹھ کر وہاں گئے یہ کھایا وہ پیا۔ اُس سے ملے۔ طبیعت خراب ہے۔ پڑھنے والوں کو کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ لیکن احباب میں کچھ ایسے بھی ہیں جن کو میرے قلم سے نکلا ہوا ہر رطب و یابس پسند آتا ہے۔ ان کے اصرار سے مجبور ہو کر یہ چار ماہا روزنامچہ شائع کیا جاتا ہے۔ اگرچہ اس میں مذکورہ ذاتی اور خانگی باتوں کا تذکرہ زیادہ ہے۔ لیکن بعض باتیں عام معلومات کی بھی ہیں جن سے نفع

خلایق کی امید ہوسکتی ہے۔ خاصکر وہ حصہ جس میں مزارات بزرگان دین کے حالات ہیں۔ یا قدرتی مناظر کا ذکر ہے +

خانگی اور ذاتی یادداشت بھی لکھنے والے کی زندگی اور اُس کی مشغولیوں پر روشنی ڈالتی ہے۔ آج میں خود محسوس کرتا ہوں کہ پانچ برس پہلے جن حالات میں اوقات بسر ہوتے تھے۔ اب اُن کا خواب و خیال بھی نہیں۔ یہ تغیرات ہر انسان کو پیش آتے ہیں۔ اور اگر وہ غور کرے تو اسکو بڑی عبرت و نصیحت ہو۔

میری عمر کا بڑا حصہ سیر و سیاحت میں گزرا ہے۔ اِس چار ماہا سفر پر منحصر نہیں۔ اِس قسم کے متعدد روز نامچے ہیں جو ہندوستان کی سیر کے دوران میں مرتب کئے گئے ہیں۔ اگر ناظرین نے اِس روز نامچہ کو پسند کیا تو رفتہ رفتہ اِن سب یادداشتوں کو چھپوا دیا جائے گا +

۴۔ جمادی الاخری سنہ ۱۳۳۰ ہجری

مطابق

حسن نظامی

۲۱۔ مئی سنہ ۱۹۱۲ عیسوی مقام دہلی فیض بازار

۱۰ ۶ ۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۴۔ جمادی الاول ۱۳۲۵ھ مطابق ۶۔ جولائی ۱۹۰۷ء یوم شنبہ رات کے آٹھ بجے دہلی بمبئی ایکسپریس میں سوار ہو کر ۸ر جولائی دوشنبہ کو صبح ۷ بجے بمبئی پہنچے۔ ریل میں دو شب اور ایک دن بسر کرنا پڑا۔ ایک رات دن بہت آرام رہا مگر دوسری رات مسافروں کی کشمکش کے سبب تکلیف سے گزری۔ ہر واسٹیشن پر جو ۴ بجے دن کے ملا اسرار کا جلوہ نظر آیا اور اسکے بعد تمام راستہ پہاڑوں کے نشیب و فراز اور سبزہ زاروں میں محویت رہی۔

بمبئی میں دفتر اخبار پنچ بہادر و سلطان الاخبار میں قیام ہوا۔ فرخ صاحب دہلوی جو اس کارخانہ کے مالک ہیں۔ موجود نہیں ہیں مگر ان کے کارخانہ کے تمام اہل کار نہایت خلیق ہیں اور مجھ سے نہایت مہربانی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ موسم نہایت خوشگوار ہے۔ بارش کے سبب تمام جنگل سرسبز ہیں۔ اگرچہ دوپہر کو برسات کی گھمس معلوم ہوتی ہے مگر بعض وقت ٹھنڈی ہوا تسکین کر دیتی ہے میں آج بہت بشاش ہوں۔ دہلی کے دوستوں کو خط لکھدئے ہیں

دوشنبہ ۸ر جولائی ۱۹۰۷ء

آج دن بھر سفر کی تکان کے سبب مکان پر رہے۔ شام کو بازار کی سیر کی۔ موسم آج بھی خوشگوار رہا۔ رات کو بہت آرام سے سوئے +

حسن نظامی

سہ شنبہ ۹۔ جولائی ۱۹۰۷ء

آج فرخ صاحب کانپور سے واپس تشریف لائے۔ شام کو آغا محمد شاہ صاحب سے انجمن ضیاء الاسلام کے دفتر میں ملاقات ہوئی دیر تک گفتگو رہی۔ شب کو بمبئی کے بازار کی

سیر کی۔ اور آرام سے سوئے ۔

چہارشنبہ ۱۰۔ جولائی ۱۹۰۷ء

آج صبح لاجپت رائے اور بہادر شاہ کے عنوان سے سلطان الاخبار کے لیئے مضمون لکھا۔ دوپہر کو آرام سے سوئے شام کو آغا حشر کے ہمراہ چوپاٹی کی سیر کو گئے جلوہ راز جگہ جگہ نظر آیا آج موسم اچھا نہ تھا گھٹس کے سبب رات کو چین سے نیند نہ آئی ۔

پنجشنبہ ۱۱۔ جولائی ۱۹۰۷ء

آج نواب محسن الملک صاحب سے واٹسن انیکس ہوٹیل میں ملاقات کی یہ ہوٹیل سمندر کے کنارے نہایت دلچسپ مقام ہے۔ نواب صاحب اپنے ہمراہ نواب زادہ نصر اللہ خان کے پاس لے گئے جو جوہ پارٹی پر رہتے ہیں۔ ملاقات ہوئی دیر تک دہلی اور شہزادگان دہلی کی نسبت باتیں کرتے رہے۔ اسکے بعد نواب محسن الملک صاحب ہینڈولا پہاڑ کی سیر کے لیئے گئے۔ جوجو پارٹی کے سامنے سمندر کے کنارے واقع ہے۔ تمام پہاڑ سرسبز اور عجب دلچسپ مقام ہے رات کو مولوی عبید اللہ احمد صاحب ملاقات کو تشریف لائے۔ یہ فارن آفس میں مترجم ہیں۔ آج رات کو موسم خنک تھا خوب نیند آئی ۔

جمعہ ۱۲۔ جولائی ۱۹۰۷ء

آج صبح سیٹھ سلیمان ابراہم لدھے ملاقات کی۔ واپس آکر اخبار پڑھتے رہے اور کچھ انگریزی سبق یاد کیا۔ شام کو سیٹھ مذکور نے گاڑی بھیجی ہم فرخ صاحب مولوی عبداللہ صاحب چوپاٹی کی سیر کو گئے۔ ترشح کی بہار تھی۔ سیر کے وقت سیٹھ صاحب کے مکان پر گئے نو بجے دعوت کھا کر فارغ ہوئے۔ انجمن ضیاء الاسلام کے جلسہ میں آئے ہم کو صدر بنایا گیا۔ بارہ بجے فارغ ہو کر آئے اور سو گئے۔

شنبہ ۱۳۔ جولائی ۱۹۰۷ء

صبح چوپاٹی پر گئے۔ سبق یاد کرتے رہے۔ سمندر سامنے تھا عجیب دلفریبی تھی

گیارہ بجے واپس آئے۔ کھانا کھا کر آرام کیا۔ گرمی سخت تھی۔ پسینہ نے پریشان کر دیا۔ چار بجے حوائج سے فارغ ہو کر ٹرام میں اپالو سو بندر پر گئے۔ نواب محسن الملک صاحب سے ملاقات ہوئی باتیں کرتے رہے اتنے میں بارش شروع ہو گئی۔ نواب صاحب ہمراہ لیکر ہوٹیل کے مالک سے ملانے لے گئے (یہ نوجوان آدمی ہیں سید سردار علی نام ہے بزرگوں سے عقیدت رکھتے ہیں۔ قادریہ خاندان میں مولانا عبدالقادر بدایونی سے بیعت ہے) کچھ بات چیت کر کے ہم واپس چلے آئے اور انجمن ضیاء الاسلام کے دفتر میں گئے۔ بارش ہونے لگی بیٹھ گئے۔ بارش نے طول کھینچا دس بج گئے۔ اتنے میں آغا محمد شاہ صاحب حشر تشریف لائے اور تماشہ دیکھنے کا اصرار کیا ہماری طبیعت حاضر نہ تھی۔ مگر آغا صاحب کے کہنے سے چلے گئے آغا صاحب کا ڈراما صید ہوس تھا حقیقت میں۔ ڈراما ہندوستان اور اردو زبان میں لاثانی ڈراما ہے انسانی ہستی کے جذبات و مدارج پر بڑی موثر اور واقعی بحث کی گئی ہے۔

تماشا گاہ میں اگرچہ ہر قسم کا لطف تھا مگر کشفی حالت طاری نہ ہوئی۔ اسرار نا پیدا تھے۔ ۲ بجے مکان پر آئے۔ اسوقت تک بارش کا اثر باقی تھا۔ گرمی اور گھمس موجود تھی پچھیتی سے نیند آئی۔

یکشنبہ ۱۴۔ جولائی ۱۹۰۶ء

صبح دیر تک سوئے مگر جی ہلکا نہ ہوا۔ چوپاٹی چلے گئے۔ وہاں بھی قرار نہ آیا واپس آئے کھانا کھا کر سوئے۔ نیند اب بھی صاف نہ آئی۔ بمبئی کے نظارے دیکھ کو لکھ کر بھیجے۔ آج طبیعت زیادہ ملول ہے دل گھبراتا ہے وحشت ہو رہی ہے۔ خواجہ امیر علی صاحب جو نہایت لائق نوجوان ہیں اور روزانہ سلطان الاخبار و پنچ بہادر کے نائب ایڈیٹر ہیں۔ اپالو بندر اور ہینڈ اسٹنڈ لے گئے۔ اتوار کے سبب ہجوم زیادہ تھا مگر افسردہ دلے افسردہ کند انجمنے را۔ خواجہ صاحب کی طبیعت بھی میری اداسی کے سبب کچھ خوش نہ ہوئی۔ یہاں عجب بہار تھی۔ حجابات کثیف حاجز نہ ہوتے تو اکثر اسرار نظر آتے۔ سب کچھ دیکھا مگر حالت کشف و طرب میسر نہ آئی +

خواجہ صاحب کے ہمراہ واپس آئے۔ جی کا وہی حال تھا کھانا بھی نہ کھایا۔ نو بج گئے۔ موزی

عبدالرؤف صاحب سکرٹری و بانی انجمن ضیاء الاسلام تشریف لائے اور سیٹھ عبدالواحد پٹیل مالک اخبار خبردار کے مکان پر لے گئے۔ سیٹھ صاحب نے مکان تبدیل کیا ہے اسکی خوشی میں وعظ کا جلسہ کیا تھا۔ ہم نے رحمت الٰہی اور رحمت رسولؐ پر چند ساعت کچھ بیان کیا۔ اس کے بعد مولوی عبدالرؤف صاحب نے بمبئی میں اسلامی اخبارات کی ضرورت پر تقریر کی۔ آغا حشر نے تائید کے طور پر اس تقریر کی طولانی بیان میں وضاحت کی۔ یہ سلسلہ مسلمانوں کی حالت خاصکر بمبئی کے مسلمانوں کی حالت اور اسلامی اخبارات کی ضرورت اور ضمناً ہندو پارسی اخبارات پر ریمارک اور اخبار خبردار کی مدد پر توجہ دلانے کا تھا۔ ناظم صاحب جو ایک نوجوان آدمی ہیں۔ اس تقریر سے ناراض ہوگئے۔ اور وہ مجلس میں آغا حشر کی مخالفت کی۔ اور ہندو پارسی اخبارات کی حمایت کی۔ ناظم صاحب نے یہ تقریر اگرچہ غلط فہمی کے سبب کی۔ مگر ہم خوش ہوئے کہ بمبئی میں ایسی صاف عمدہ اردو بولنے والے بھی ہیں۔ بارہ بجے واپس آئے اور آرام سے سوگئے۔ آج ہوا سرد ہے اور بارش کے آثار ہیں +

دوشنبہ ۱۵۔ جولائی ۱۹۰۷ء

آج صبح سے برابر بارش رہی۔ موسم میں خنکی بڑھ گئی ہے۔ ہم سیر کو نہ جاسکے۔ دن بھر مکان میں رہے شام کو فرخ صاحب اور مولوی عبداللہ احمد صاحب کے ہمراہ بہائم شریف گئے۔ گرانٹ روڈ سٹیشن سے سوار ہوئے۔ گرانٹ روڈ سے بہائم تک ۵ سٹیشن درمیان میں آئے بہت قریب قریب سٹیشن ہیں۔ بشیر محمد صاحب تاجر چرم کانپوری جو حافظ عبدالحلیم صاحب تاجر کانپوری کے ایجنٹ ہیں ملے۔ انہی کے مکان پر ٹھہرنا مقصود تھا۔ کھانا کھایا۔ باجا سنا اور سوگئے۔ مکان فراخ اور عمدہ ہے۔ سامنے سمندر نظر آتا ہے مگر مچھر خدا کی پناہ۔ رات بھر جنگ رہی۔ ہم کو شکست ہوئی (نیند جاتی رہی)

سہ شنبہ ۱۶۔ جولائی ۱۹۰۷ء

صبح کو فارغ ہوکر تنہا پہلے سمندر کو گئے۔ اس موقع پر ایک دریا سمندر میں ملتا ہے جس کا نظارا بڑا پرلطف ہے پل کے سامنے باندرہ نظر آتا ہے یہاں بھی معقول آبادی ہے اور بمبئی کے امیر یا کاروباری لوگ اکثر یہاں رہتے ہیں۔ سمندر کی سیر سے فارغ ہوکر بہائم کی درگاہ میں گئے

یہ نہایت خوبصورت اور متبرک مقام ہے۔ یہاں حضرت مخدوم فقیہہ علی کا مزار ہے جن کا وصال ۸۳۵ھ میں ہوا ہے +

مفصل حالات معلوم نہ ہوسکے۔ مزار پر ایک قبہ بنا ہوا ہے۔ برج میں ایک اور چھپر کٹ ہے۔ جسکے بیچ حضرت فقیہہ علی اور انکی والدہ کے مزارات ہیں۔ مزاروں پر نہایت مکلف ریشمی غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔ اور چھپر کھٹ کے چاروں طرف پتھر ہیں ولادت اور وصال کی تاریخیں کندہ ہیں جن پر سونے کا ملمع ہے۔ عقیدت مندوں کے کتبہ بھی چاروں طرف آویزاں ہیں مزار کے پہلو میں مسجد ہے۔ جو بمبئی کی مسجدوں کی طرح نہایت آراستہ اور آباد ہے۔ اس درگاہ میں ۱۳۔ ذیقعد کو ایک بہت بڑا عرس ہوتا ہے اور یوں خالی ایام میں بھی لوگ آتے رہتے ہیں سرسری تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہاں خرچ کے لیے کوئی جاگیر نہیں ہے۔ نذورات درگاہ پر گزارہ ہے۔ نذریں بکثرت آتی ہیں +

زیارت کرکے مکان پر آئے۔ کھانا کھایا۔ اور گیارہ بجے واپس بمبئی چلے آئے۔ آج بھی بارش ہوتی رہی سہ پہر کو ڈاک آئی۔ گھر کی خیریت معلوم ہوئی۔ دوستوں کے نامے آئے فوراً جواب دئے گئے +

چہارشنبہ ۱۷ جولائی ۱۹۰۷ء

بارش رات بھر رہی۔ سردی کا یہ عالم کہ رضائی کے بغیر نیند نہ آئی۔ اب بھی بارش ہورہی ہے جنرل ڈگسن کا خیریت نامہ آیا۔ دن بھر بارش کے سبب کہیں نہ گئے۔ شام کو مولوی عبدالصمد صاحب تشریف لائے اور قاضی کبیرالدین صاحب بیرسٹر کے پاس گاڑی میں لے گئے۔ قاضی صاحب سے بہت دیر بات چیت رہی۔ دوبارہ ملنے کا وعدہ مانگتے تھے۔ دیدیا۔ واپس آئے۔ بارش جاری ہے۔ سوگئے۔ سوگئے۔ سردی کیا مزیدار۔ اور نیند کیسی صاف الحمدللہ +

پنجشنبہ ۱۸ جولائی ۱۹۰۷ء

صبح ہوئی۔ بارش جاری ہے۔ کہیں جانا نہ ہوسکا۔ سوا نرمینہ برستا ہے۔

گرا ہے یہی پر حیرت ہے کہ سب چلتے پھرتے اور اسی بارش میں کاروبار کرتے ہیں۔ دن بھر یونہی پڑے پڑے گذر گیا۔ شام کو پانچ بجے مولوی عبد الصمد احمد صاحب تشریف لائے۔ مہمانوں جانے کی تیاری ہوئی اور باوجود سخت بارش کے ہم۔ فرخ صاحب امیر علی صاحب۔ عبد اللہ احمد صاحب گرانٹ روڈ سٹیشن پہنچے۔ تمام راستہ بارش کی بہار رہی۔ ریل کا وقت بھی قریب تھا جلدی سوار ہو گئے اور مغرب کے وقت پچیس منٹ میں بمبئی سے مہمانوں داخل۔ بشیر محمد صاحب کا پنوری ملے۔ ان کو ہمارا انتظار تھا۔ فوراً دسترخوان لایا گیا اور تکلف کھانے کھائے گئے۔ کھانے کے بعد کچھ دیر تاش اور ہارمونیم باجے کی کیفیت رہی۔ گیا۔ بجے واپس بمبئی آ گئے بارش اب بھی موجود تھی۔ گو راستہ میں وقت ہوئی۔ مگر مکان پر آکر چین سے نیند آ گئی۔

جمعہ ۱۹۔ جولائی ۱۹۰۷ء

آجکی صبح بھی بارش کی فجر ہے۔ وہ موسلا دھار مینہ کہ الٰہی پناہ۔ آج ہماری صحت بہت اچھی ہے صبح ہی بھوک معلوم ہوئی۔ اور ناشتہ کیا گیا۔ ناشتہ بھی دوپہر تک ہضم۔ اور دوپہر کا کھانا عمدگی سے کھایا۔ ایک مضمون اخبار زمیندار کو ایکٹر کی موت کی عنوان سے لکھا۔ امرت لال پارسی ناٹک کمپنی کا مشہور ایکٹر مر گیا تھا اسپر لکھا۔ شام تک بارش کا سلسلہ جاری رہا۔ آج دن بھر ہم کہیں نہ جا سکے۔ عربی اردو اخبارات اور کتاب پڑھتے رہے۔ رات کو بارش میں کمی ہو گئی تاہم خنکی بڑی آرام دہ تھی خوب پیر پھیلا کر راحت کی نیند سوئے +

شنبہ ۲۰۔ جولائی ۱۹۰۷ء

یا اللہ یہ بارش کیونکر جینے دیگی۔ آج بھی وہی عالم ہے بھائی صاحب کا خیریت نامہ آیا۔ دیگر دوستوں کے خط بھی تھے۔ جواب دئے گئے۔ مطالعہ اخبارات و کتب میں وقت صرف ہوا بارش کے سبب کہیں نہ جا سکے۔ دوپہر کو نواب نصر اللہ خاں صاحب کے پاس چوپاٹی پر گئے۔ نواب صاحب سے ملاقات ہوئی اپنے مکان پر جگہ دینے کی خواہش کی۔ آج کل ان کے داماد نواب صاحب سچین تشریف لائے ہوئے ہیں۔ دو چار روز کے بعد ریاست کو واپس جائیں گے۔

اسکے بعد نواب نواب محسن الملک کے پاس بنگلس ہوٹل میں گئے نواب صاحب موجود نہ تھے۔ کچھ دیر انتظار کیا۔ آخر اپنا رقعہ رکھ کر واپس آگئے۔ راستہ میں نواب صاحب کو جاتے ہوئے دیکھا مگر ملاقات کرنی مناسب نہ تھی۔ شام کو بازار کی سیر کی۔ آج ہفتہ ہے۔ اسلیئے تمام تھیٹروں میں تماشے ہیں۔ عجب چہل پہل نظر آتی ہے۔ گرانٹ روڈ اس جگہ کا نام ہے جہاں چار۔ پانچ تھیٹر ہیں۔ تین پارسی۔ جہاں اردو ناٹک ہوتے ہیں۔ اور ایک مرہٹہ۔ اور شاید ایک گجراتی۔

اگرچہ بارش جاری تھی مگر تماشائی بڑی کثرت سے تھے۔ سب تھیٹروں کے دروازوں کی سیر کرکے ہوٹلوں میں کچھ کھا پی کر واپس آئے۔ سو گئے +

یکشنبہ ۲۱ جولائی ۱۹۰۷ء

وہی بارش وہی پریشانی اور ایک جگہ کی قید۔ شام تک کہیں نہ جائیں۔ اخبار تہذیب نسواں لاہور کی بمبئی کے حالات لکھے۔ شام کو ذرا مینہ تھما۔ سیدھے چوپاٹی گئے۔ کئی دن کے بعد گئے عجب بہار تھی۔ سمندر کی طغیانی اور فوارہ۔ غضبناک صورت سے کنارہ پر حملے کر رہا تھا۔ کنارہ پر نازک لوگ اطمینان سے اسکی سیر میں مصروف تھے۔ آٹھ بجے تک وہاں رہے۔ واپسی میں ہوٹلوں کی سیر اور خورد و نوش ہوئی۔ بوجھ خنک تھا سو گئے +

دوشنبہ ۲۲ جولائی ۱۹۰۷ء

آج رات بھر طوفانی بارش تھی۔ ہوا کا سناٹا۔ اور مینہ کا جھڑاکا۔ بلکے اور بلند مکانوں کی خیر نہیں۔ صبح بھی وہی عالم ہے۔ کھڑکیاں بند ہیں۔ لیمپ کی روشنی میں کام ہو رہا ہے۔

دوپہر کو نظامی صاحب تشریف لائے۔ یہ بزرگ عرصہ سے یہاں رہتے ہیں۔ آغا حشر کی زبانی اکثر ان کا تذکرہ سنا ہے۔ بمبئی میں فرخ صاحب نے بھی ان کا بارہا ذکر کیا۔ بڑے ذی اثر اور ہر دلعزیز آدمی ہیں۔ مجھسے ملاقات ہوئی۔ معلوم ہوا کہ نظامی نخلص سلسلہ نظامیہ میں داخل ہونے کے سبب ہے۔ ان کے والد حضرت مولانا شاہ نیاز احمد صاحب فخری نظامی بریلوی کے خلیفہ ہیں۔ ان کے دو بھائی اور ہیں۔ ایک کا لقب فخری۔ ایک کا نیازی +

نظامی صاحب ہم سے باخلاق پیش آئے۔ آج ہم کو زکام کی شکایت ہے جس کے سبب تکلیف ہے۔ نظامی صاحب نے ازراہ عنایت دوا بھیجنے کا وعدہ کیا مگر ہم نے انکار کیا۔ کیونکہ ہم زکام میں دوا کرنی نہیں چاہتے +

شام تک زکام کے سبب افسردگی رہی۔ آٹھ بجے مولوی عبداللہ احمد صاحب کے ہمراہ ڈاکٹر کے پاس گئے۔ تاکہ اپنے گردوں کا معائنہ کرائیں۔ ہمیں ان کی خرابی کا شبہ ہے۔

ڈاکٹر صاحب مسلمان ہیں اور بڑے خلیق ہیں کل حالات مفصل سنے۔ قارورہ مانگا۔ جس کو دیکھ کر مرض تشخیص کریں گے۔

واپس آئے۔ ابر اور ترشح موجود ہے۔ رات بھر بارش اور طوفانی ہوا کا زور رہا ہم کو زکام کے سبب آرام سے نیند نہ آئی۔ ریزش جاری ہے۔

آج میاں متاز علی صاحب منیجر دفتر سفر باریسال سے واپس آئے۔ لیاقت حسین کے مقدمہ کی شہادت میں گورنمنٹ نے بلایا تھا +

سہ شنبہ ۲۳۔ جولائی ۱۹۰۷ء

زور کا مینہ۔ زور کی ہوا۔ ۷۰ انچہ تو بارش ہو چکی ہے۔ دیکھئے انجام کیا ہوگا۔ کل تمام راستوں پر جگہ جگہ پانی بھرا تھا۔ کہیں کمر کمر کہیں اس سے کم۔

آج بھی وہی عالم نظر آتا ہے۔ بارش کے سبب ہم تو ایک جگہ قید ہیں۔ زکام کی وہی حالت ہے سلطان الاخبار کے لیئے ایک مضمون بعنوان قبر کے مردے بول سکتے ہیں۔ لکھا۔ اور تمام دن پڑے رہے۔ زکام کی تکلیف زیادہ ہے۔

رات کو ہدف صاحب نے بیٹر ہی روٹی کی دعوت کی۔ ہاں بھول گیا پرسوں شام کو مولوی سیف الدین نے ہماری دعوت کی تھی۔ یہ نوجوان عالم ہیں۔ اور نہایت خلیق آدمی ہیں۔ دفتر کے لیئے مفت عربی اخبارات کا ترجمہ کرتے ہیں۔ زکام کے سبب آج طبیعت بہت خراب ہے۔

چہارشنبہ ۲۴ر جولائی ۱۹۰۷ء

آج بارش بند ہے۔ حوائج سے فارغ ہوکر نواب محسن الملک سے ملنے گئے۔ نہ ملے۔ پونہ گئے ہوئے ہیں۔ نواب سردار علی بھی مصروف تھے۔ اسلئے واپس چلے آئے اور مضامین لکھتے رہے۔ سلطان الاخبار کے لیے مضمون مروے زندہ کرنے کا عمل لکھا۔ جس میں کل کے مضمون کی تشریح تھی۔ شام کو سمندر پر گئے۔ بالوے بندر پر جہازوں کی سیر کرتے رہے۔ عجب بہار تھی۔ ہوا اور طوفان کی خیز کا ڈگگانا۔ سمندر کے سانس کے ساتھ جہازوں کا کبھی سمندر کی تہ میں گھسنا کبھی یکدم ابھرنا۔ ایک گھنٹہ سیر کرتے رہے۔

ابر آیا اور بارش ہونے لگی۔ مکان واپس آئے۔ آج طبیعت بہت بحال ہے۔ بہت دیر تک بیدار رہے۔ اور سوئے تو بہت آرام کی نیند آئی +

پنجشنبہ ۲۵ر جولائی ۱۹۰۷ء

بارش بند ہے۔ ہوا بڑی خوشگوار ہے۔ اول وقت مطالعہ خطوط میں صرف ہوا۔ مولانا شبلی اور چند دوستوں کے خطوط آئے تھے۔ ناشتہ کرکے جناب حکیم عبدالسلام دہلوی کے پاس گئے جو یہاں ابھی حال میں آئے ہیں۔ اعظم خاں کی حویلی میں رہتے ہیں۔ مدرسہ طبیہ دہلی میں تعلیم پائی اور سندلی ہے۔ یہاں بمبئی میں مطب کرنا چاہتے ہیں۔ پیر دوحولدار کے ٹاکہ پر مکان کرایہ کو لیا ہے بڑے خلیق آدمی ہیں۔ ہم نے اپنے معدہ اور گردہ کی بابت شکایت کی۔ حکیم صاحب نے اپنے پاس سے جوارش جالینوس چھ خوراک عنایت کی۔

کھانا کھاکر وکٹوریہ گارڈن کی سیر کو گئے۔ یہ باغ داؤد ساسون یہودی نے ملکہ کے نام پر بنایا ہے۔ باغ بہت وسیع اور عمدہ ہے۔ باغ میں پرندے چرندے درندے جانور بھی ہیں۔ درمیان میں ایک پختہ عمارت ہے۔ جس میں عجائبات چیزوں رکھی ہیں۔ مکان نہایت عمدہ عالیشان ہے۔ رنگین پتھروں کا فرش ہے۔ وسط میں البرٹ کی تصویر یعنی قدآدم سنگ مرمر کا بت ہے۔

داؤد ساسوں کا چہرہ بھی دینے کے پاس چسپاں ہے۔ تین گھنٹہ سیر میں صرف کر کے واپس آئے۔ تھک گئے تھے۔ شام تک کہیں نہ گئے۔ بارش بالکل بند ہے۔

رات سے بارش پھر شروع ہو گئی۔ اور بہت زور کی شروع ہے۔ آج بھی الحمد للہ ہم تندرست ہیں حسب وعدہ سلطان الاخبار کے لیے مضمون عمل تحریر نہیں کیا مطبع کی چھپائی ایسی خراب ہے کہ کچھ لکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ مجبوراً ایک نوٹ سعدیت کا لکھ دیا اور چہارشنبہ کا وعدہ کیا۔ وہ نوٹ کاتب صاحب کی عنایت سے نہایت غلط لکھا گیا +

جمعہ ۲۶ جولائی ۱۹۰۷ء

بارش کا سلسلہ جاری ہے سب سے پہلے جنرل ڈکن صاحب کا خط لکھوایا۔ پارہ قرآن شریف مطبوعہ ہاشمی پریس جنرل صاحب کو بذریعہ رجسٹری پیکٹ بھیج دیا ہے۔ ایک خط اقبال کو کیمبرج لکھا۔ شام کو انجمن حمایۃ الاسلام کے دفتر میں گئے۔ مگر بارش کے سبب جلدی واپس آ گئے۔ رات بھر بارش جاری رہی +

شنبہ ۲۷۔ جولائی ۱۹۰۷ء

آج بارش کا بڑا زور شور ہے۔ لارڈ لیمنگٹن گورنر بمبئی نوکری چھوڑ کر ولایت جاتے ہیں اس کے جلوس کی خبریں گرم ہیں۔ دیکھئے بارش میں جلوس کا کیا حشر ہوگا۔

ایک بجے گورنر صاحب بھائی کلہ کی طرف سے جھنڈی بازار میں آئے اور پاؤں دھونی کی طرف چلے گئے۔ جب جلوس گزرا۔ بارش موسلا دھار تھی۔ وٹل وٹل قدم پر پولیس کا پہرہ تھا۔ اگرچہ یہاں کی پولیس کی وردی میں چھتری بھی داخل ہے اور بارش کو خوب روک سکتی ہے۔ مگر آج کی بارش ایسی دھواں دھار ہے کہ سب کو تر بتر کر دیا ہے۔ اول کچھ انگریز سوار سینہ کا جوا باندھے ہوئے گزرے اس کے بعد ایک دستہ سکھ سواروں کا تھا۔ گورنر صاحب وکٹوریہ چوکڑی میں سوار تھے۔ تمام جسم برساتیوں سے ڈھکا ہوا تھا سامنے کوچ بند دستانی نواب صاحب آپجین بیٹھے ہوئے تھے جب گاڑی گزری لوگوں نے چیرز دی۔ گورنر صاحب سلام کرتے جاتے تھے۔

دو بجے گورنر صاحب چلے گئے۔ سیل کے جہاز پر رات کو ٹاؤن ہال میں گوہر جان طوائف کا مجرا تھا۔ یتیم خانہ کی امداد کے لیے دس روپیہ اور پندرہ روپیہ ٹکٹ تھا۔ سنا ہے ٹکٹ کی آمدنی آٹھ دس ہزار کی ہو گئی۔ سر فیروز شاہ مہتہ جو بمبئی کے ممتاز پارسی ہیں جلسہ کے سرپرست تھے۔ گانا ہو چکا تو فیروز شاہ صاحب نے گوہر جان کی قابلیت کی تعریف کی اور شکریہ ادا کیا۔ گانوں نے اپنے مجرے کی فیس پانسو نہیں لیے۔ مس گوہر نے اس کے جواب میں نہایت برجستہ تقریر کی اور مہتہ صاحب کی تقریر کی غلطی نکالکر یورپ کی موسیقی کی مفصل تاریخ بیان کر دی اسکے بعد پانسو روپیہ کے نوٹ علاوہ معافی فیس کے دئے۔ مہتہ صاحب نے سونے کا تمغہ گوہر کے سینہ پر اپنے ہاتھ سے لگایا۔

پارسی کمپنی میں زہری سانپ کا تماشا تھا وہ دیکھا۔ اچھا سامان۔ اچھے ایکٹر اور اچھا تماشا تھا کاش ڈراما بھی ایسا ہی ہوتا۔ مس گوہر جو پہلے کاؤس کی کمپنی میں تھی اب یہاں ہے۔ اس کا پارٹ لوگ پسند کرتے ہیں مگر ہم کو نظیر نامی ایکٹر کی سیلی آواز پسند آئی۔ ایسی لوچدار آواز میں کم سنی ہیں۔ بارش جاری ہے۔ خوب ٹھنڈک ہے۔

یکشنبہ ۲۸ جولائی ۱۹۰۰ء

آج بارش بند ہے۔ مگر مطلع ابر آلود ہے حکیم عبدالسلام صاحب دہلوی کی دوا نے بہت فائدہ کیا۔ مگر ذرا خشکی بڑھ گئی ہے۔ اور قبض کی شکایت پیدا ہو گئی۔

دس بجے سیٹھ سلیمان عبدالواحد اور سوداگر اسپ وغیرہ کے پاس گئے وہ نہ تھے بیٹھ گئے۔ مرزا احمد صاحب تاجر ایرانی سے جو سیٹھ سلیمان کے شریک ہیں۔ بات چیت ہوتی رہی اتنے میں صادق علی صاحب انصاری وزیر ریاست خیرپور سندہ تشریف لائے۔ ہم ان سے واقف نہ تھے باتیں ہونے لگیں۔ یہ اصلی رہنے والے بنبھیٹ ضلع سہارنپور کے ہیں۔ انصاری خاندان ہے۔ انکی پیدائش سندہ ہے۔ چہرہ سے آثار عبادت و نیکی سترشح ہیں۔ پچاس کے قریب سن ہے۔ قادری خاندان میں مرید ہیں۔ باتوں سے نہایت ذی علم اور خلیق معلوم ہوتے ہیں۔ باوجود دینداری زمانہ کے

کے ضرورتوں سے بھی باخبر ہیں۔ اور آپکے کا فرنس کو انہوں نے ہی کراچی میں مدعو کیا ہے۔ شام کو خواجہ امیر علی صاحب کے ہمراہ نواب محسن الملک صاحب کے پاس ہوٹل گئے۔ ملاقات کرکے جلدی واپس چلے آئے۔ انوار رہتا۔ ہینڈستان گئے۔ مگر بارش آگئی۔ واپس چلے آئے۔ جی بہت خوش اور بحال ہے۔ الحمد للہ +

دوشنبہ ۲۹۔ جولائی ۱۹۰۷ء

بارش ہے مگر کم۔ صبح ہی حکیم صاحب کے پاس گئے۔ اور ان سے طبیعت کا حال بیان کیا۔ انہوں نے ایک نئی دوا جو شائد کشتہ ہے۔ معدہ کی تقویت کے لیے دی۔ وہاں سے کملی شاہ صاحب کے پاس جو حکیم صاحب کے مکان کے قریب رہتے ہیں گئے۔ یہ شاہ صاحب ہمارے سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں مرید ہیں جن کو عرف کملی شاہ ان کا نام ہے۔ بمبئی و بھڑوچ وغیرہ میں ان کے مرید کثرت سے ہیں۔ آدمی ہوشیار اور ذی علم معلوم ہوتے ہیں۔ بھڑوچ میں ایک مدرسہ بھی قائم کیا ہے۔ یہاں ایک کتب خانہ ہے جس کا حضور محبوب الٰہی غریب نواز کے اسم گرامی پر محبوبیہ نام رکھا گیا ہے۔ شاہ صاحب کو اپنے سلسلہ سے محبت معلوم ہوتی ہے۔ اور محبت میں غلو۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس چلے آئے شام تک مکان میں رہے۔ موسم اچھا ہے۔ بارش بند ہے۔ ہماری طبیعت بہت اچھی ہے الحمد للہ۔

سہ شنبہ ۳۰ جولائی ۱۹۰۷ء

بارش آج بھی بند ہے۔ کبھی کبھی ترشح ہو جاتی ہے۔ آج صبح سلطان الاذکار کے لیے کشف قبور کا عمل لکھا جس کی بمبئی میں شہرت ہو چکی ہے اور لوگ اسکے بہت مشتاق ہیں سہ پہر کو نواب محسن الملک صاحب کے پاس گئے۔ راستہ میں سیٹھ پرشوتم داس رام کے مکان پر ریل لین میں گئے۔ یہ صاحب میرا جی کی لائف لکھ رہے ہیں بلکہ شاید لکھ چکے ہیں۔ ان کے نام میرے دہلوی دوست لالہ چند لال چاول والے نے تعارفی کا خط دیا تھا مگر افسوس یہ سیٹھ صاحب مکان پر نہ ملے۔ کہیں سفر میں ہیں۔ یہاں سے نواب صاحب کے پاس گئے۔ کچھ دیر غیب شپ رہی۔ واپسی نواب نصیر الدین خان کے پاس چوپاٹی پر گئے وہ باندرہ گئے ہوئے تھے۔ کچھ دیر سمندر کی سیر کی بارش آگئی۔ پھر اپنے مکان واپس آئے۔

بارش کا سلسلہ رات کو پھر جاری ہوگیا۔ خاکسار صاحب کا خط آیا۔ دہلی میں بارش کی مانگ ہے

چہارشنبہ ۳۱ جولائی ۱۹۰۷ء

آج کشف قبور کا عمل شائع ہوگیا۔ مطلع صاف ہے۔ حوائج سے فارغ ہوکر چرپائی گئے اور نواب زادہ نصیر خان سے ملاقات کی۔ وہیں جامع مسجد کے خطیب سے بھی ملنا ہوا۔ وہ ہم کو پہلے سے جانتے ہیں۔ بارش کی ترشح جاری ہے۔ مکان پر آئے۔ کچھ دیر سوئے۔ تیسرے پہر انجمن ضیاء الاسلام میں گئے۔ آغا حشر اور نظیر حسین صاحب سخنا بھی تھے۔ کچھ دیر خوب غپ شپ رہی۔ بارش بڑے زور شور کی تھی۔ نو بجے مکان پر آئے۔ عبدالغفار صاحب سادہ کار دہلوی ملنے آئے۔ اب یہ حیدرآباد میں زیادہ رہتے ہیں۔ ایک بجے تک باتیں کرتے رہے۔

الحمد للہ۔ ہم آج بھی تندرست ہیں۔ ہدف صاحب کے ہاں سے کھانا آیا تہاری دہلی کے مزے کا تھا۔ مگر مرچیں اتنی زیادہ تھیں کہ شاید ان کا انجام صحت کے لیے مضر ہوگا۔ سید کاظم حسین صاحب ہدف لکھنؤ کے رہنے والے ہیں۔ یہاں زردوزی کا کارخانہ ہے۔ اور ایک ماہواری رسالہ غنچہ جاوید نکالتے ہیں۔

پنجشنبہ یکم اگست ۱۹۰۷ء

بارش کم ہے۔ حوائج سے فارغ ہوکر انگریزی سبق لینے کلی شاہ صاحب کے مکان پر گئے حمید حسن صاحب جوہر ساکن امروہہ سے۔ اور گیارہ بجے واپس آئے کلی شاہ کے ہاں کوئی حکیم صاحب ہم سے ملنے آئے۔ لکھنؤ کے رہنے والے نقشبندیہ سلسلہ کے مرید۔ بمبئی میں مطب شروع کیا ہے۔ سلام مکان پر آکر کھانا کھایا۔ اور سبق دیکھتے رہے۔ تیسرے پہر ایڈیٹر صاحب روزانہ عجب گجراتی ملنے تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ پونا کے اردو اخبار کے ایڈیٹر بھی تھے۔ موسم خوشگوار۔ جی بحال۔ اور ہر طرح راحت میسر ہے۔ الحمد للہ دہلی کے خطوط آئے جواب دئے گئے۔

جمعہ ۲۔ اگست ۱۹۰۷ء

بارش کم ہے۔ آٹھ بجے انگریزی سبق کے لیے گئے۔ دس بجے واپس آئے کھانا کھا کر

نواب نصراللہ خاں صاحب کے پاس حسب وعدہ گئے۔ مگر شاید وہ کسی کام میں تھے۔ دیر کے سبب فوراً واپس چلے آئے۔ دربان سے دوبارہ آنے کا وعدہ کیا۔ کیونکہ وہ آنے نہ دیتا تھا مگر اب ہم نہ جائیں گے جب تک خاص طور پر وقت معین نہ ہو۔ خواہ مخواہ ہرج ہوتا ہے۔ سہ پہر کو انجمن دعوۃ الاسلام کے جلسہ میں جانا تھا۔ مگر مولوی عبداللہ احمد صاحب کی باتوں میں وقت گذر گیا اور سچ یہ ہے کہ یہ ایسی دلچسپ و دلپسند باتیں تھیں کہ انجمن کا جانا یاد نہ رہا۔

۹ بجے کھانے سے فارغ ہوکر انجمن ضیاء الاسلام کے جلسہ میں گئے۔ رفتہ رفتہ آدمی جمع ہوئے۔ ہم کو صدر مجلس بنایا گیا۔ تحریک درپیش ہوئی کہ بہاول میں کچھ لاوارث یتیم بچے آوارہ پھرتے ہیں۔ ان کی خبرگیری کرنی چاہیئے۔ اسکی بابت مولوی نظیر حسن نجما۔ سید امیر شاہ۔ آغا حشر نے عمدہ اور موثر تقریریں کیں۔ لوگوں نے ایک ایک دو دو لڑکوں کی پرورش کا بذات خود وعدہ کیا ہم نے بھی دو بچوں کی پرورش کا خرچ انجمن کو دینا منظور کیا۔ ایڈیٹر صاحب حبیب الاخبار مرزا صاحب سے وہیں جلسہ میں ملاقات ہوئی۔ آجکل ان کا اخبار بمبئی میں خاصا مشہور ہے۔ ہندوستانی ہیں اور بہت خلیق ہیں۔

جلسہ سے فارغ ہوکر ایک بجے واپس مکان پر آئے۔ دو بجے تک نیند نہ آئی۔ اور سوئے تو بہت بے آرام۔ رات سے آنکھ کھل گئی۔ جی بھاری تھا۔

شنبہ ۱۳۔ اگست ۱۹۰۷ء

بارش کم ہے۔ انگریزی سبق کے لیئے نو بجے گئے اور دس سے پہلے واپس آگئے۔ کھانا کھا کر نواب محسن الملک کے پاس ہوٹل گئے۔ کیونکہ مسٹر آرچ بولڈ پرنسپل محمڈن کالج سے ملنا تھا۔ وہ رخصت پر ولایت جاتے ہیں۔ مگر جب ہم پہنچے وہ جہاز پر جا چکے تھے۔ نواب صاحب سے بات چیت رہی بھوپال پوری کوئی رئیس بیٹھے تھے۔ مکہ معظمہ کے حالات بیان کرتے رہے۔ افسوس نواب عبدالشکور خان صاحب کا جدہ میں انتقال ہوگیا۔ نیز دس آدمی اور بھی۔ یہ بھوپال پور کے بڑے دیندار رئیس تھے جو اس آکر خط لکھے سبق یاد کیا۔ اور رات کو کہیں سیر کے لیئے نہ گئے طبیعت ہنوز بھاری ہے۔ قبض کی شکایت ہے۔

یکشنبہ ۴۔ اگست ۱۹۰۷ء

آج کی رات بھی نیند صاف نہ آئی۔ صبح جی بھاری رہا۔ لیکن اجابت صاف ہو جانے سے طبیعت ہلکی ہو گئی۔ کھانا کھایا مگر قصداً کم۔ پڑھنے کے لیئے گئے۔

واپس آئے۔ کچھ دیر سبق دیکھا۔ کچھ دیر اخبار پڑھا۔ بارہ کے قریب منصور شاہ صاحب دہلوی تشریف لے آئے۔ یہ لہاروں کے خاندان میں ہیں۔ عرصہ تک حیدر آباد میں ملازم رہے۔ پھر فقیر ہو گئے سیاحی کرتے رہے۔ آجکل پونہ میں ہیں۔ ان کے قول کے موافق وہاں کثرت سے مرید کئے ہیں۔ ایک تصوف کا مدرسہ وہاں تعمیر کیا ہے۔ آج کل کچھ جھگڑا ہے۔ اسکے لیئے قاضی کبیر الدین بیرسٹر کے پاس آئے ہیں۔ تمام واقعات مجھ کو سنائے۔ یہاں تک کہ پورے تین گھنٹہ صرف ہو گئے۔ وہ تشریف لے گئے تو اشتہا معلوم ہوئی۔ ہوٹل میں جا کر ناشتہ کیا۔ ناشتہ کر کے چوپاٹی کی سیر کو گئے عجب بہار تھی۔ کئی روز بعد بارش تھی ہے۔ اسپر اتوار کا دن۔ تمام بمبئی الٹ پڑی تھی۔ مغرب کے وقت تک سیر کی پھر واپس مکان پر آئے۔ کھانا کھایا سبق یاد کیا۔ اور ٹھنڈی ہوا میں سو گئے۔

دوشنبہ ۵۔ اگست ۱۹۰۷ء

بارش بالکل بند ہے۔ مگر خلاف معمول ہوا تیزی سے چلتی ہے۔ آج صبح پہلے کھانے سے فارغ ہوئے۔ اسکے بعد پڑھنے گئے۔ کملی شاہ صاحب چا۔ پلائی۔ ماسٹر حمید الحسن صاحب جمعہ نے علاوہ سبق کے انگریزی کتابوں کی عجیب تصویریں دکھائیں۔ گیارہ بجے واپس آئے سبق یاد کیا۔ اخبارات پڑھے۔ آج زمانہ کا پنوں کے دو پرچے آئے ہیں۔ بہت اچھے ہیں خاصکر جولائی نمبر جس میں بھارت ماتا کی رنگین اور نہایت ہی خوبصورت تصویر ہے۔

تیسرے پہر چوپاٹی پر گئے خلقت کم تھی۔ مگر ہوا۔ سبحان اللہ مغرب کے بعد تک سیر ہوا خوری کرتے رہے۔ واپس آئے کھانا کھایا سبق دیکھا۔ اور جب نیند آئی تو سو گئے۔

سشنبہ ۶۔ اگست ۱۹۰۷ء

آج ہماری طبیعت خراب ہے۔ اجابت کو تیسرا دن ہے۔ بمبئی میں قبض کی عادت سکایت ہے۔

ہم بھی انہیں مبتلا ہو گئے۔ سبق یاد کیا۔ مگر نہ ہو سکا۔ اتنے میں ہڑف صاحب کھانا لے آئے۔ کیونکہ چند روز سے اپنی کے مکان پر کھانا پکتا ہے۔ بھوک تو نہ تھی۔ مگر مجمع احباب کی خاطر کچھ کھا لیا اس کے بعد ہڑف صاحب کے ہمراہ کاغذ لفافے خریدنے گئے۔ تنو لفافے تنو کا غذ ایکروپیہ کے لئے کاڈ اور قلم دوات خریدی اور واپس آئے +

بھائی صاحب منشی غلام نظام الدین۔ نواب نصر اللہ خاں بمبئی۔ نواب حبیب الرحمن خان شروانی۔ محمد یعقوب بٹلہ بیرادر۔ دلدار علی وغیرہ کو خط لکھے۔ آج دفتر میں ایک صاحب پنجاب کے رہنے والے آئے ہیں۔ مظفر گڈھ میں رہتے ہیں ان کے والد غلام محمد خان صاحب پنشنر پولس انسپکٹر بیان کئے جاتے ہیں۔ اپنا نام غلام رسول عرف پولین بتلاتے ہیں۔ نوجوان۔ گندمی رنگ۔ معمولی قد۔ بائیس برس کی عمر الف اے پاس ہیں۔ گیرو اعمامہ باندھے ہوئے ہیں فرانس تعلیم کے لئے جانا چاہتے ہیں۔ بمبئی میں خرچ مانگنے کے لئے قیام کیا ہے۔ بشرہ سے ہوشیار آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ آج طبیعت خراب ہونے کے سبب سبق پڑھنے نہیں گئے۔ سہ پہر کو بازار کی سیر کی۔ مگر مزاج کی وہی خراب حالت ہے۔ رات کو کھانا بھی اچھی طرح نہ کھا سکے۔ بارش آج بھی بند ہے

چہارشنبہ ۷ اگست ۱۹۰۰ء

شکر ہے کہ بارش آج بھی بند ہے۔ حوائج سے فارغ ہو کر سبق پڑھنے گئے۔ اور واپسی میں ماسٹر سید حسین صاحب جنہیں کے ہمراہ کالبادیوی بازار گئے۔ انگریزی تحریر کی مشق کے لئے کاپیاں خریدیں۔

دفتر میں سنا کہ ہمارے بعد دہلی سے سید امتیاز حسین صاحب ہم سے ملنے آئے تھے اور ہمارے موجود نہ ہونے کے سبب واپس چلے گئے۔ یہ دہلی کی کوتوالی میں ملازم ہیں۔ بہت لائق اور [illegible] ہیں۔ یہاں کسی مقدمہ کی تفتیش میں آئے تھے۔ جو دہلی کو منتقل ہو گیا۔

شام کو چوپاٹی کی سیر کو گئے۔ عجب صاف ہوا چلتی تھی۔ مگر صحت اندرونی خراب ہونے کے سبب لطف کم آیا۔ آٹھ بجے واپس آئے۔ رات کو نیند دیر میں آئی۔ ایک بجے کے قریب سوئے +

پنجشنبہ ۸۔ اگست ۱۹۰۷ء

بارش نہیں ہے۔ ہوا بڑی پرلطف ہے۔ ہم آج بھی بیمار ہیں۔ وہی قبض کی شکایت آج چونکہ خواجہ امیر علی نائب ایڈیٹر سلطان الاخبار پنج بہادر پرسیال گئے ہیں۔ جہاں ان کو بیانات حسین کے مقدمہ میں گواہی دینی ہے۔ اسلئے ہم نے سلطان کے لیئے ایڈیٹوریل لکھا۔ اسکے بعد نواب مزمل اللہ خان صاحب اور نواب علی حسن خان صاحب کو تاریخ قمر دئے نظام کی بابت خط لکھے۔ سہ پہر کو سبق لینے گئے مگر جوہر صاحب موجود نہ تھے۔ کچھ دیر کملی شاہ صاحب کے پاس بیٹھے۔ اسکے بعد بازار کی سیر کو گئے۔ مگر کچھ لطف نہ آیا۔ واپس آکر کھانا کھایا۔ اور دوبارہ ماسٹر صاحب کے پاس گئے۔ دیر تک بات چیت کر کے واپس آئے۔ اور وطن کے لیئے "ہمارے خواجہ کا دربار" مضمون لکھا۔ کملی شاہ صاحب نے رفع قبض کے لیئے ہڑ اور چاندی کا ورق دیا تھا۔ اسکو کھایا اور سو گئے الحمد للہ باوجود خرابی صحت نیند عمدہ آئی +

جمعہ ۹۔ اگست ۱۹۰۷ء

قبض رفع ہوا۔ طبیعت صاف ہے کھانا عمدگی سے کھایا گیا۔ بارش پھر شروع ہے۔ سبق پڑھا۔ خورشید مرزا صاحب کو شملہ پر اور شیخ محمد اکرام مخزن کو لاہور خط لکھے۔ محفوظ علی صاحب بدایونی ملاقات کو آئے۔ یہ صاحب عربی اور انگریزی تعلیم یافتہ ہیں۔ پچاس برس کی عمر ہوگی۔ بربرہ سمالی لینڈ میں جج ہیں آجکل رخصت پر آئے ہیں اور بمبئی میں چینی برتن کی دکان کھولی ہے منصور شاہ صاحب ملنے آئے بارش خوب ہو رہی ہے ہماری طبیعت الحمد للہ اچھی ہے۔

شنبہ ۱۰۔ اگست ۱۹۰۷ء

الحمد للہ آج بھی ہم بہت تندرست ہیں۔ کھانا کھا کر سبق کو گئے۔ واپس آکر غسل کیا اور کپڑے بدل کر میر حمید الحسن صاحب جوہر کے ہمراہ محفوظ علی صاحب بدایونی کے دکان پر گئے عجیب بات معلوم ہوئی کہ محفوظ علی صاحب جو پچاس برس کے معلوم ہوتے ہیں۔ ہمارے ہم سن ہیں۔ جاپانی کمخواب اور برتن دکھائے سبحان اللہ کیا خوب چیزیں ہیں محفوظ علی صاحب

واقعی انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں میں تجارت کی بہت اچھی مثال قائم کی ہے۔ ہم دل سے دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالےٰ اس دکان میں ترقی اور کامیابی عطا فرمائے اور مسلمانوں کو اس نمونہ کی تقلید نصیب کرے

آمین

آج غلام حسین جان علی بوٹ مرچنٹ جالنہ دفتر میں مہمان آئے۔ نیک اور خلیق آدمی ہیں۔ شام کو انجمن ضیاء الاسلام گئے۔ اور آٹھ بجے الفریڈ ناٹک کمپنی میں خواجہ ہتی کا تماشہ دیکھنے چلے آئے۔ تماشہ خاصہ تھا۔ لباس اور سینری نہایت ہی اعلیٰ۔ مگر اسراف الٰہی کا ناہونا کم ہے۔ ایک بجے واپس آئے اور سو گئے۔ بارش آج بھی کم و بیش جاری رہی۔

یکشنبہ ۱۱۔ اگست ۱۹۰۰ء

آج دیر تک سوتے رہے۔ کھانا کھا کر فارغ ہوئے تھے کہ منصور شاہ صاحب تشریف لے آئے۔ انکی باتوں میں تین گھنٹہ صرف ہوئے۔

منصور شاہ صاحب موجود تھے۔ کہ نادر علی صاحب کاروی ملاقات کرنے تشریف لائے۔ یہ مخزن کے مشہور نامہ نگار ہیں۔ یہاں پارسی ناٹک کمپنی نے منشی گری کے لئے بلایا تھا۔ مگر ان کی مرضی کے راس نہ آئی اسلئے واپس کاروی جاتے ہیں۔ درمیانی عمر کے آدمی ہیں۔

شام کو میاں ممتاز علی صاحب منیجر دفتر کے ہمراہ نواب محسن الملک صاحب کے پاس گئے۔ اسوقت نواب سید سردار علی بھی موجود تھے مسلمانوں کی حکومت اور برد باری کے قصے ہوتے رہے۔ میاں ممتاز ان واقعات سے ایسے متاثر ہوئے کہ بے اختیار رونے لگے۔

گھنٹہ بھر بات چیت کر کے روانہ ہوئے سمندر کے کنارے سیر کرتے ہوئے۔ قلابہ گئے۔ اور وہاں سے بینڈ اسٹینڈ دیکھ بھال کر کے بجلی ٹرام میں دفتر آ گئے۔ کھانا تیار تھا خوب کھایا۔ آجکل کھانے کی بڑی دلچسپ صحبت ہوتی ہے۔ ہم ہدف صاحب ممتاز صاحب اور مرزا قاسم صاحب۔ انکا بچہ سردار۔ امین الدین خان صاحب مفتون۔ اجمیری ایک دسترخوان پر

بڑے مزے سے کھاتے ہیں۔ کھانے کے بعد مندرمیں مسجد کے عنوان سے وطن کو مضمون لکھا اور بارہ بجے سو گئے۔ بارش آج بھی تھوڑی بہت جاری ہے۔ شہر میں ہیضہ شروع ہو گیا۔

دوشنبہ ۱۲۔ اگست ۱۹۰۷ء

بارش پھر زور سے شروع ہوتی ہے۔ صبح کھانے سے فارغ ہو کر سبق یاد کرنا تھا۔ مگر منصور شاہ صاحب تشریف لے آئے۔ اور بارہ بجے تک باتیں کرتے رہے ہم کہیں جا سکے بارش بھی مانع آئی۔ سلطان الاخبار کے لیئے مراکش پر جملہ مضمون لکھا وطن کے لیئے مندر میں مسجد والا مضمون صاف کیا۔ جب شاہ صاحب تشریف لے گئے کچھ دیر آرام کیا۔ بیدار ہو کر اخبارات پڑھے۔ کوئٹہ کا خط آیا تھا اس کا جواب لکھا۔ ایک خط حافظ احسن الدین کو میرٹھ لکھا غلام حسین جان علی بوٹ مرچنٹ جالنہ دکن نے اسرار تصوف اور وظائف کی بابت ذکر چھیڑا۔ کچھ دیر تقریر کر کے ان کو سمجھایا۔ بات چیت میں وقت عمدگی سے صرف ہوا۔ بارش کا وہی عالم ہے۔ لگاتار ہو رہی ہے ہوا خنک ہے۔ بیماری کی خبریں آ رہی ہیں۔ نواب سید سردار علی مالک انگلس ڈائسن ہوٹل نے آج چار بجے ملنے کا وعدہ لیا تھا۔ مگر افسوس بارش کے سبب ہم اپنا وعدہ پورا نہ کر سکے۔ سلطان کے لیئے اجمیر شریف کے عرس پر ایک نوٹ لکھا۔ آج حسن میاں کا بہلواری سے خط آیا الحمدللہ آج ہم بہت اچھی صحت میں ہیں۔ ہدف صاحب نے جیسا کھانا پکوایا تھا۔ ویسا ہی ہم کو موافق آیا۔ خدا کا شکر۔ اور ہدف صاحب کا احسان ماننا چاہیئے۔

سہ شنبہ ۱۳۔ اگست ۱۹۰۷ء

صبح ہوئی۔ باش موجود ہے۔ منصور شاہ صاحب تشریف لے آئے۔ ہم آج بھی سبق کو نہ جا سکے۔ طبیعت الحمدللہ بہت اچھی ہے۔ سہ پہر تک دفتر میں رہے شام کو نواب محسن الملک صاحب کے پاس گئے۔ اُن کے سر میں پھوڑا ہو گیا تھا۔ جو چیرا گیا اور اب بہت اچھا ہو گیا ہے۔ تاہم کمزوری زیادہ ہو گئی ہے۔ اسہال کی بھی شکایت ہے۔ دو گھنٹہ کامل بات چیت رہی۔ نواب سید سردار علی صاحب بھی آ گئے۔ اور مولوی رفیع الدین بیرسٹر بھی۔ خوب گپ شپ رہی۔

آخر وہاں سے رخصت ہو کر اپالو بندر پر گئے عجب بہار تھی۔ ابر ہوا سمندر شام جہاز کشتیاں ادنیٰ قدرت پرست انسان کے تڑپ جانے کا سامان تھا۔ ہم تو وہیں رم جاتے مگر حبیب الرحمٰن صاحب نامہ نگار پیسہ اخبار اور جج پوری حکیم صاحب کھینچ لائے۔ ٹرام میں سوار ہو کر مکان پر آئے۔ کھانا کھایا۔ اور ٹھنڈی ہوا میں سو گئے۔ بارش جاری ہے ہماری صحت بفضلہ بہت اچھی ہے

چہار شنبہ ۱۴۔ اگست ۱۹۰۰ء

خدا کا فضل ہے صحت کی حالت میں صبح ہوئی۔ بارش جاری ہے۔ سلطان کے لیے مضمون بعنوان جنگی میدان میں تلوار چل رہی ہے۔ ایسے پیروں کی ضرورت نہیں۔ امسال محمڈن کانفرنس لکھے۔ وفا حیدرآبادی کو ان کی والدہ کی تعزیت کا خط لکھا۔ اے برکت کمپنی کو جواب دیا۔ مولانا شبلی و حالی کو خطوط لکھے کملی شاہ صاحب کے پاس گئے۔ شام کے قریب میر حمید الحسن صاحب جو ہر کے ہمراہ ناگ پنچمی کی سیر کو گئے۔ یہ ہندوؤں کا میلہ ہے۔ جے جے اسپتال کے قریب پارسی کی مورت کے سامنے تالاب پر میلہ ہوتا ہے ہزاروں ہندو جمع ہوتے ہیں اور ہزاروں مسلمان تماشائی بھی آجاتے ہیں۔ سینکڑوں آدمی بانس کی پٹاریوں میں سانپ لیے بیٹھے ہوتے ہیں۔ اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ ناگ کو دودھ پلاؤ۔ لوگ ان کو پیسے دھیلے دیتے ہیں۔ جب کوئی شخص ان کو پیسہ دیتا ہے یہ سانپ کی گردن پکڑ کے دودھ کی پیالی میں جو ان کے پاس رکھی ہوتی ہے ڈبو دیتے ہیں۔ سانپ زبان نکالتا ہے اور ان کے خیال میں دودھ کی نذر قبول کر لیتا ہے۔ کچھ لوگ جمع ہو کر گاتے ہوئے چکر لگاتے ہیں۔ ان کے آگے شب جی کا رتھ سوار ہوتا ہے جس پر نیولا اڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ بارش کے سبب میلہ میں بے لطفی رہی +

واپس آکر کملی شاہ صاحب کے پاس گئے۔ دو گھنٹہ کامل ترقی سلسلہ نظامیہ کی نسبت مفید مشورہ ہوتا رہا۔ کملی شاہ نہایت بیدار مغز نظامی ہے۔ خاص دلسوزی سے نظامیوں کی بہتری چاہتا ہے۔

بارش زور شور کی ہوتی رہی جب کم ہوئی۔ مکان پر آئے۔ کھانا کھایا۔ کل پیروں کی ضرورت ہے

مضمون لکھا مولوی عزیز مرزا صاحب کو خط روانہ کیا اور بارہ بجے آرام سو گئے۔ بارش بہت زور کی ہے۔ موسم ٹھنڈا اور ہوا ٹھنڈی ہے۔ ہم کل کی نسبت عمدہ صحت میں نہیں پائے جاتے +

پنجشنبہ ۱۵۔ اگست ۱۹۰۰ء

آنکھ کھلتے ہی ماسٹر حمید الحسن صاحب جوہر کو سرہانے بیٹھا پایا۔ سبق دینے تشریف لائے تھے۔ مگر ہم کو یاد نہ تھا۔ شام کے وعدہ پر رخصت لی۔ اسی اثنا میں منصور شاہ صاحب تشریف لے آئے ہم بیدار ہو کر حوائج ضروریہ کو بھی نہ گئے تھے۔ گئے تو اجابت نہ ہوئی۔ جی بھاری۔ فرصت کم۔ کام بہت۔ باتیں شروع ہوئیں اتنے میں ہاتف صاحب یہاں سے گھر پر کھانے کے لیے بلا یا۔ بھوک نہ تھی۔ ہم نے انکار کیا۔ سب دفتر والے گئے۔ اور ہمارے واسطے دو نان تنوری روغنی یعنی پراٹھے اور عمدہ دال لیکر آئے۔ واہ۔ برسات۔ اور تنوری پراٹھے۔ دلی یاد آگئی۔ نہ ہوا قطب صاحب کا جھر نہ دوست تو دیسے ہی موجود ہیں۔ مگر نہیں وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی۔ خوشی کی بات منصور شاہ صاحب نے بھی دو ہمارے ساتھ کھانا کھایا۔ پھر باتیں شروع ہوئیں۔ تین بج گئے۔ اسوقت منصور شاہ صاحب تشریف لے گئے۔ اور ہم سبق کو گئے۔ میر صاحب موجود تھے انہوں نے امتحان لیا۔ یا کہئے کہ سبق کو سنا۔ مگر آج پورے چار دن کا سبق بالکل یاد نہیں۔ یاد کیونکر ہو۔ یاد کرنے کا وقت نہیں ملتا۔ شرمندہ نادم ہو کر رات بھر کی مہلت مانگی اور سیٹھ ابراہیم سلیمان عبداللہ احمد لدہ کے پاس گئے۔ آج صبح سیٹھ نے ہم کو دعوت کا پیام بھیجا تھا ہم نے معذرت چاہی اور دعوت سے بچنے کی کوشش کی مگر سیٹھ صاحب نے اصرار کیا۔ ناچار قبول کی۔ اسکے بعد چوپاٹی پر سیر کرنے گئے۔ وقت اچھا تھا مگر مجمع کم۔ قریب مغرب واپس آئے اور فوراً فرخ صاحب کے مکان پر گئے۔ ان کو ہمراہ لے کر سیٹھ حاجی سلیمان کے مکان پر دعوت کھانے گئے۔ کھانا کھایا۔ اسکے بعد دیر تک بات چیت رہی۔ مولوی عبداللہ احمد صاحب بھی تھے۔ سیٹھ نے پونا آنے کی دعوت دی ہم نے سرسری وعدہ کیا۔ مکان پر آئے۔ جی اداس تھا۔ خیالات کی پیچیدگی نے اداسی اور بڑھا دی اسی حالت میں گیارہ بجے لیٹ گئے۔ بارش جاری تھی اور ٹھنڈی ہوا۔ نیند آگئی۔ عجیب و غریب خواب

نظر آئے صحت آج کچھ زیادہ عمدہ نہ رہی تاہم خدا کا شکر ہے کہ دہلی کی نسبت لاکھ درجہ اچھا حال ہے۔

جمعہ ۱۶۔ اگست ۱۹۰۷ء

آج خدا کے فضل سے ہم تندرست ہیں۔ بارش بند ہے مگر یہاں کی بارش کا کچھ ٹھیک نہیں۔ ابھی دھوپ تھی کہ زور کا پانی پڑنے لگا۔ صبح ہی منصور شاہ صاحب تشریف لے آئے۔ باتیں ہونے لگیں۔ سبق کو آج نہ گئے۔ کھانا کھا کر اخبارات پڑھتے رہے۔ تیسرے پہر جلنے کا ارادہ تھا مگر بارش شروع ہوگئی۔ آج شام کو پانچ بجے سبق کو گئے۔ جوہر صاحب موجود نہ تھے۔ کملی شاہ صاحب کے پاس بیٹھ گئے۔ باتیں ہونے لگیں۔ کوئی آریہ آگیا اس سے شاہ صاحب نے نہایت لطیف گفتگو کی۔ ایڈیٹر صاحب کشف الاخبار بھی موجود تھے یہ سن رسیدہ آدمی ہیں۔ اگلے زمانہ میں ان کا اخبار بمبئی میں بہت مشہور تھا۔ اب کچھ مکانات خرید لیے ہیں اسکے کرایہ پر گذارہ ہے مکان پیر دلین میں ہیں جہاں کملی شاہ رہتے ہیں۔

قریب مغرب واپس مکان پر آئے۔ کھانا کھایا۔ اور تفریح کے لیے باہر نکلے کہ مینہ آگیا کتب فروش صاحب کی دکان پر بیٹھ گئے۔ وہاں گوپاموکے مولوی صاحب یا شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ یہ نقشبندیہ خاندان کے ہیں سلیمان سیٹھ کے یہاں پہلی دعوت میں ان سے ملاقات ہوئی تھی باتیں شروع ہوئی۔ لب و لہجہ آزادانہ اور کرخت ہے۔ گفتگو موجودہ آلات حرب پر تھی۔ شاہ صاحب نے ثابت کر دیا کہ انگریز ابھی تک حربیہ قواعد اور ان آلات حرب سے نابلد ہیں۔ جو مسلمانوں کے زمانہ میں رائج تھے۔ یہ بات یقین کرنے کے قابل نہ تھی۔ مگر حیرانی ہے کہ کیونکر انہوں نے میرے ذہن نشین کر دیا کہ واقعی موجودہ آلات حرب پرانے سامان کے سامنے ابھی ہیچ ہیں۔ لیکن نقص یہ ہے کہ پرانے ہتھیاروں کے صحیح استعمال کو کوئی نہیں جانتا۔ سب سے زیادہ عجیب بات یہ تھی کہ شاہ صاحب نے توحید میں جنگی بیان ادا کر دیا۔ اسوقت ہمارے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس پیرایہ سے ہم بھی اپنے سلسلہ کو جنگی بتا سکتے ہیں۔ اور ضرورت ہے کہ فقیروں میں بھی مردانے اوصاف باقی رکھے جائیں۔ آج جنرل ڈکسن کو ولایت خط روانہ کیا۔ شاہ صاحب کی

باتوں میں دو گھنٹہ صرف ہوئے۔ دس بج گئے تھے۔ واپس آن کر سو گئے۔ موسم خوشگوار اور خدا کے فضل و کرم سے مزاج معتدل خوب نیند آئی۔ مگر عجیب بات ہے آجکل ہم اپنے والد اور دیگر مرنے والے بزرگوں کو خواب میں دیکھتے ہیں۔

شنبہ ۱۷۔ اگست ۱۹۰۷ء

آج حوائج سے فراغت حسب معمول نہ ہوئی۔ طبیعت اداس ہے۔ بہت سویرے سمندر پر چلے گئے۔ راستہ میں سندروں پر ہندو مرد و عورتوں کا بڑا ہجوم تھا۔ یہ بہار دیکھتے ہوئے سمندر پر گئے۔ آج بہت تلاطم ہے۔ لوگ پوجا میں مصروف تھے۔ پنچ پر بیٹھ کر انکی سیر دیکھنے لگے حقیقت میں سمندر عظمت الٰہی کا بہت بڑا مظہر ہے۔ مگر اسکے آگے سر جھکانا بیکار ہے۔

۹ بجے واپس آئے کھانا کھایا۔ منصور شاہ صاحب تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان کو لیکر کملی شاہ صاحب کے پاس گئے۔ دونوں کی ملاقاتیں ہوئیں اور ہم نے جوہر صاحب سے سبق لیا۔ واپس آکر اخبارات پڑھے۔

شیخ عبدالقادر صاحب کا خط آیا جس میں وہ اپنی مخلصانہ محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ آجکل ملایا میں ہیں۔ وہیں بیرسٹری شروع کرینگے۔

۲ بجے منصور شاہ صاحب دوبارہ ملنے آئے۔ اور تشریف لے گئے۔ ہم نے کچھ دیر آرام کیا۔ چار بجے مارکیٹ گئے۔ وہاں حسب وعدہ منصور شاہ صاحب موجود تھے۔ ان کو ہمراہ لے کر ٹرام میں نواب محسن الملک کے پاس گئے۔ ملاقات ہوئی۔ اب انکا مزاج اچھا ہے۔ نواب بشیر اللہ خاں کے پاس جانے والے تھے۔ جب وہ چلے گئے نواب سید سردار علی مالک والٹن انیکس ہوٹل سے باتیں ہونے لگیں۔ سردار صاحب نے شاہی زمانہ کی سندوں کے فوٹو دکھائے یا علیٰ درجہ کی قدردانی ہے کہ اپنی پرانی یادگاروں کو یوں بچایا۔ باتوں میں چشتیت اور قادریت کی بحث آگئی۔ وہ حضرت غوث الاعظم کو مختار کل بیان کرتے تھے کہ بغیر ان کے حکم کے کوئی شخص درجہ ولایت نہیں پا سکتا۔ ہم سے داد لیتے تھے۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ ہمارا عقیدہ معلوم کرنے کی چیستانی

ہم نے صاف کہا کہ یہ نفسانیت کے جھگڑے ہیں۔ بزرگوں کی باتوں کی ہمیں کیا خبر مگر جب انہوں نے اصرار سے دریافت کیا تو جواب دیہ یا گیا۔ کہ ہم کو حضرت غوث کے اس مرتبہ سے انکار ہے۔ اسکے بعد سر سید احمد خان صاحب کی نجات کے بحث چھڑی۔ ان کے خیال میں سید صاحب دوزخ میں ہیں ہم نے اس خیال پر کھلم کھلا ملامت کی۔ سردار صاحب اس جواب سے کبیدہ ہوئے ہوں۔ ہمیں کیا پروا ہے۔ بات سچی کہنی چاہیئے۔ مولوی عبدالقادر بدایونی نے لوگوں کو قادریت پر متعصب بنا دیا ہے۔

واپس آگئے۔ کھانا کھا کر سیر کو گئے۔ تماشہ کی رات تھی۔ گرانٹ روڈ پر بڑی کیفیت تھی انجمن ضیاء الاسلام میں گئے۔ پولیس۔ امیر علی شاہ سے ملاقات ہوئی۔ اسی اثنا میں میاں محمود مقرے کو کئی آئے یہ بالکل مولوی غلام یٰسین آہ مرحوم کے ہمشکل ہیں۔ انگریزی تعلیم پاتے ہیں گیارہ کے قریب واپس مکان پر آئے۔ اور سوگئے۔ الحمد للہ طبیعت گو اچھی ہے مگر چند تفکرات نے افسردہ کر رکھا ہے +

یکشنبہ ۸ اگست ۱۹۰۷ء

بارش کم ہے۔ مگر ہم کہیں بھی نہ گئے۔ جو کیفیت رات کو تھی وہی حال اب بھی ہے۔ اوسی بڑھ گئی ہے۔ منصور شاہ صاحب تشریف لائے اور جلدی تشریف لے گئے۔ تیسرے پہر تشریف لائے اور ہم ان کو لیکر قاضی کبیر الدین صاحب بیرسٹر کے پاس گئے۔ شاہ صاحب کا کوئی مقدمہ ہے قاضی صاحب بہت اخلاق سے پیش آئے اور شاہ صاحب کے تمام واقعات سنے۔ اسکے بعد قاضی صاحب اپنے بھائی سید رشید الدین صاحب چشتی قادری شطاری سے ملایا۔ یہ صاحب آج ہی بغداد شریف کا سفر کرکے واپس آئے ہیں۔ جنیر علاقہ پونا ان کا وطن ہے۔ مگر آج کل حیدرآباد میں رہتے ہیں پکی عمر کے آدمی ہیں۔ باتوں اور بشرہ سے ہوشیار نظر آتے ہیں +

آٹھ بجے واپس آئے۔ اور شاہ صاحب کو مکان پر چھوڑ کر پھر دوبارہ قاضی صاحب کے یہاں گئے۔ کیونکہ انہوں نے مدعو کر دیا تھا۔ مولوی عبداللہ احمد صاحب بھی تھے۔ کھانا کھا کر اور کچھ دیر قاضی صاحب سے بات چیت کرکے مکان پر آئے۔ اور آرام سے سوئے۔ بارش جاری ہے۔ اور

ٹھنڈی ہوا۔ ہماری صحت اچھی ہے ۔

دوشنبہ ۱۹۔ اگست ۱۹۰۷ء

الحمد للہ آج ہم بہت بشاش ہیں۔ منصور شاہ صاحب تشریف لائے۔ بات چیت ہوئی۔ شیخ عبدالقادر کو خط لکھا۔ بارش کم و بیش جاری ہے۔ سبق کو نہیں گئے۔ دن بھر دفتر میں رہے شام کو انجمن حمایۃ الاسلام میں گئے۔ آغا حشر وغیرہ موجود تھے۔ آغا حشر نے اپنا نیا ڈراما نیکی و بدی سنایا۔ ابھی پہلا سین لکھا ہے۔ اور وہ بالکل لاثانی چیز ہے ۔

سہ شنبہ ۲۰۔ اگست ۱۹۰۷ء

آج صبح منصور شاہ صاحب تشریف لائے۔ اور جلدی واپس جانا چاہا۔ اتنے میں فرخ صاحب بھی آ گئے۔ ہم شام تک کہیں گئے۔ شام کو اول کملی شاہ صاحب کے پاس گئے۔ اسکے بعد چوپائی کے پل تک۔ واپسی میں حسب وعدہ نظامی صاحب کے مکان پر چوکی محلہ میں گئے۔ دیر تک انتظار کیا۔ نظامی صاحب موجود نہ تھے۔ چلے آئے۔ سامنے جناب حکیم عبدالرحیم صاحب جے پوری کا محلہ ہے۔ ان کے پاس گئے۔ بہت نیک اور خلیق آدمی ہیں ان کے والد ایک زمانہ میں ٹونک میں وزیر تھے جو نواب صاحب ٹونک کے ہمراہ معزول کئے گئے تھے۔ یہ کئی بھائی ہیں۔ اور بہت دیندار ہیں۔

جناب مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی سے بیعت ہے۔ واپس آئے موسم ٹھنڈا اور صحت عمدہ ہو گئے ۔

چہارشنبہ ۲۱۔ اگست ۱۹۰۷ء

اب بارش کا زور شور بند ہے کبھی کبھی ترشح ہو جاتی ہے۔ ہم بفضلہ اچھی حالت میں ہیں لیکن ایک خاص فکر کے سبب پریشانی ہے۔ سبق کئی روز سے نہیں پڑھا۔ منصور شاہ صاحب پونا تشریف لے گئے۔ آج صبح غسل کیا۔ کپڑے بدلے۔ خیال آ گیا کہ محمد حسن صاحب مقبہ نے ملاقات کا خط کل شام کو بھیجا تھا۔ ملنا چاہیئے۔ چنانچہ مقبہ صاحب سے ملنے گئے۔ ملاقات ہوئی۔

مقبہ میمنوں میں ایک خاندان کا نام ہے۔ محمد حسن صاحب اسی خاندان میں ایک دولت مند

طلبہ دوست نوجوان ہیں۔ ایک کتب خانہ مکتبہ لائبریری کے نام سے نواب کی مسجد کے قریب قائم کیا ہے اس کے علاوہ اور علمی اور قومی کاموں میں فیاضی سے دلچسپی لیتے رہتے ہیں۔ ان کے چھوٹے بھائی محمد حبیب مقیم ہمارے پرانے دوست تھے۔ افسوس طاعون میں رحلت کر گئے۔ سلسلہ نقشبندیہ میں مرید تھے۔ اور جب دہلی آتے ہم سے ضرور ملتے اور ہمارے پاس قیام کرتے تھے۔ محمد حسن صاحب سے دیر تک بات چیت رہی۔ بہت اخلاق سے پیش آئے آدمی سنجیدہ معلوم ہوتے ہیں۔

واپس آکر اخبارات کے مطالعہ میں مصروف رہے۔ کچھ دیر سوئے شام کو حکیم عبدالرحیم صاحب بچے پوری کے پاس گئے۔ اور وہاں سے چوپائی ہوتے ہوئے واپس آئے۔ کھانا کھایا اور سو گئے آج طبیعت ذرا اداس ہے۔

لیکن طبیعت ہر طرح عمدہ ہے وکیل کو ایک مضمون مشائخ کی طاقت کے عنوان سے لکھا گیا۔ حسن میاں صاحب پہلواری اور شہاب الدین صاحب دہلوی کو اخبارات کے نمونے روانہ کئے۔

پنجشنبہ ۲۲۔ اگست ۱۹۱۰ء

آج طبیعت صاف نہیں ہے قبض کے سبب جی بھاری ہے۔ کھانا کھا کر ممتاز علی صاحب منیجر سلطان الاخبار کے ہمراہ ذکریا مسجد دیکھنے گئے نہایت عالیشان مسجد ہے۔ یہاں مسجدیں دو بھی ہوتی ہیں۔ نیچے کے حصہ میں بہت وسعت ہے۔ ۲۴ قدم طویل اور ۱۶ قدم عریض صرف اندرونی حصہ ہے اس مسجد کے متعلق ایک عالیشان دینی مدرسہ ہے۔ پانسو کے قریب بچے قرآن شریف۔ اردو۔ فارسی عربی۔ گجراتی پڑھتے ہیں۔ تمام مصارف وقف سے ہیں جو بانی مسجد نے کیا ہے۔ یہ مسجد ۱۲۹۱ ہجری کی بنی ہوئی ہے۔ عربی پڑھنے والے عموماً بیرونی لوگ ہیں جنکی تعداد سو کے قریب ہے۔ ان طلبہ کے تمام اخراجات خورد و نوش کپڑا وغیرہ مدرسہ کے ذمہ ہے۔ یمنوں کے بچے گجراتی حساب کتاب کچھ مسائل۔ اور تھوڑا سا قرآن شریف پڑھ کر مدرسہ چھوڑ دیتے ہیں۔ اور تجارت میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ مدرسہ کی شان اچھی ہے۔ مگر طرز تعلیم ترمیم کے قابل ہے۔ ایک مدرس ہمارے شناسا بھی نکلے۔

یہاں سے ہم تنہا محفوظ علی صاحب کے مکان پر کالبادیوی بازار میں گئے۔ اور ڈھائی گھنٹہ دلچسپی سے بسر کئے۔ یہاں پروفیسر محمد عباس ایم۔ اے سے ملاقات ہوئی۔ یہ ہم سے ملنے کے خواہاں تھے۔ اور محفوظ علی صاحب کے ذریعہ خواہش ملاقات کی تھی۔ ان کا مکان ہاپوڑ ضلع میرٹھ ہے۔ ننھیال کا تعلق مولوی عبداللہ صاحب ساکن عرب سرائے سے ہے۔ بہت لائق فائق آدمی ہیں۔ عربی میں اعلیٰ قابلیت ہے۔ اور ایک کتاب لطائف وظائف عرب پر لکھی ہے جسکے مختلف حصے ہیں۔ اور نہایت ہی دلچسپ۔ واپس آئے اخبارات پڑھے۔ شام کو انجمن ضیاء الاسلام کی طرف گئے بازاروں کی رونق دیکھ کر واپس آئے۔ اور سو گئے۔

جمعہ ۲۳۔ اگست ۱۹۰۷ء

آج صبح حوائج سے فارغ ہو کر ناریل پونم کا میلہ دیکھنے قلعہ کے میدان میں گئے۔ یہ میلہ غالباً اس دن ہوتا ہے۔ جبکہ ہماری طرف کلائی میں راکھی باندھی جاتی ہے۔ دوپہر کو میلہ کی تیاری تھی دکانوں کو آراستہ کیا جا رہا تھا۔ جگہ جگہ میلے کے ٹھاٹ جم رہے تھے۔ سب سے عجیب بات یہ دیکھی گئی کہ مرہٹہ قوم کے گویے عورت مرد جگہ جگہ بیٹھے گا رہے تھے۔ مرد گاتے ہیں۔ اور طبلہ بجاتے ہیں۔ عورتیں گاتی ہیں اور منجیرے بجاتے ہیں۔ مگر منجیرے بجانے کی نرالی طرز ہے۔ منجیرے کی درمیان ڈوری ہاتھ کی انگلی میں اس طرح لپیٹ لی جاتی ہے کہ ایک منجیرہ انگلیوں سے ہتھیلی کی طرف لگجاتا ہے۔ اور ڈوری کے دوسرے سرے کا منجیرا پھر پھرا کر جڑے ہوئے منجیرے پر مارا جاتا ہے۔ منجیرے دونوں ہاتھوں میں مذکورہ طرز سے اس سبکی کے ساتھ بجائے جاتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ طبلہ کی گت پر منجیرہ اڑتا ہے اور بجتا ہے۔ عورتیں ہاتھوں کی حرکت عجب مضحکہ خیز مگر دلچسپ پیرایہ میں دکھاتی ہیں۔ یہ لوگ بہکاری معلوم ہوتے ہیں۔ سامعین پیسے دے رہے تھے۔ یہ سیر دیکھ کر اسی میدان میں بیچ دیکھنے گئے۔ پنڈو اور پارسی کا مقابلہ تھا۔ ہمارا آدمی تماشائی تھے کرکٹ سے چونکہ ہم کو واقفیت نہیں دلچسپی نہ ہوئی۔ اور دو بجے کے قریب واپس چلے آئے۔ راستہ میں سید محفوظ علی صاحب کی دکان پر چند ساعت قیام کیا۔ اور پھر مکان پر آ گئے۔

یہاں ہدف صاحب کے یہاں سے عمدہ پکوان آیا۔ بہت سے ملکر خوب کھایا گیا کپڑوں۔ اور نہایت مزیدار کھانے سے فارغ ہوکر ہم ہدف صاحب کاتب عبدالصمد صاحب عماد صاحب مع قاسم صاحب صاحبہ مع سردار کے میلہ دیکھنے گئے۔ اب مجمع خوب تھا۔ ہزاروں دکانیں اور لاکھوں آدمی۔ سیر کرتے ہوئے سمندر پر گئے۔ جہاں پوجا ہو رہی تھی۔ سینکڑوں آدمی نارئیل اور پھول سمندر میں ڈال رہے تھے۔ پولیس کا کشتیوں میں پہرا تھا۔

موسم نہایت ٹھنڈا تھا۔ بارش بند۔ دس بجے واپس آئے اور سو گئے۔ بفضلہ صحت اچھی ہے۔

شنبہ ۲۴۔ اگست ۱۹۰۰ء

آج صبح کھانا کھا رہے تھے کہ سید محفوظ علی صاحب تشریف لائے اور جہاز پر لے چلنے کی خواہش کی۔ تجویز ہوئی کہ ہم ہدف صاحب سے صبح جہاز پر چلنے کی بات کر رہے تھے۔ خواب بھی ایسا ہی دیکھا تھا۔ جلدی فارغ ہوکر سید صاحب کے ہمراہ ان کی دکان پر گئے۔ اور وہاں سے انگلش ہوٹل جہاں پٹنے کا ایک مدرس ظہور عالم صاحب قیام پذیر ہیں۔ ان کے لڑکے ولایت جائیں گے۔ آج میل کے جہاز میں روانگی ہے۔ سید صاحب نے ہم کو ان سے ملایا۔ گاڑیوں میں سوار ہوکر گودی پر گئے۔ راستہ میں کوسیٹ کا مسافر خانہ جو حاجیوں کے لیے ہے دیکھا۔ واڑی بندر کی گودی میں جو پی اینڈ او جہاز کمپنی نے عارضی بنا رکھی ہے پہنچے۔ وہاں ظہور عالم صاحب نے ہم کو پھولوں کے ہار دئے۔ کہ ان لڑکوں کے گلے میں ڈال دیجئے۔ کل چھ طلبہ تھے۔ دو خود ظہور عالم صاحب کے فرزند اور چار دوسرے عزیز رشتہ دار ہم نے ہار ڈالے اور سب کو علیحدہ علیحدہ دعا دی۔ ڈاکٹری معائنہ کے بعد لانچ کا لانچ جہاز پر سوار ہو گئے کیونکہ جہاز گودی میں پانی کی کمی کے سبب نہیں آسکتا۔ چند انگریز مسافروں کے علاوہ ایک پارسی لڑکا اور ہندوستانی کشور لڑکا بھی تھا۔ یہ ہندو لڑکا امریکہ جاتا ہے شاید کشوری لال نام ہے۔ لکھنؤ کا باشندہ۔ باپ پہنچانے آیا تھا جس وقت لانچ کنارہ سے الگ ہوا رخصت کرنے والوں کے آنسو نکل آئے۔ باپ بیٹوں کو دیکھ کر روتے تھے اور بیٹے سفر کے شوق میں بشاش خوش و خرم جا رہے تھے۔ لانچ آنکھوں سے غائب ہو گیا۔ دل پر عجب حسرت کا عالم تھا میاں

عبدالغنی رئیس پٹنہ خلف امجد علی صاحب مرحوم۔ عالم صاحب جاتے تھے کہ اس جماعت کے ہمراہ ولایت جائیں مگر ابھی شادی ہوئی ہے روک گئے۔ ایسے بے اختیار روتے تھے۔ جانے والے لڑکوں میں وحید عالم نے ہمارے دستخط اپنی نوٹ بک میں لیے۔ کچھ دیر گودی میں قیام کرکے واپس آئے اور سید محفوظ علی صاحب کی سعی سے ایک جہاز کی اندر سے سیر کی۔ یہ انگریزی بہت بڑا جہاز تھا چپہ چپہ دیکھا ایک دارالشفا بھی اس میں ہے۔ پھر جرمنی جہاز بھی دیکھا مگر وہ کچھ زیادہ اچھا نہیں۔ جاپانی جہاز بھی دیکھا۔ واپس آئے۔ شام کو انجمن ضیاء الاسلام میں گئے۔ اور دس بجے تک بات چیت کرکے واپس آئے۔ اور سو گئے۔

یکشنبہ ۲۵۔ اگست ۱۹۰۰ء

آج بارش پھر شروع ہے۔ امام جی صاحب خاکسار صاحب۔ بھائی صاحب۔ بزمرزا صاحب کو خط لکھے۔ اور بارش کے سبب کہیں نہ جا سکے۔ شام کو چہ پائی گئے۔ آٹھ بجے واپس آئے۔ کھانا کھا کر اور سو گئے۔ طبیعت اچھی ہے کل شلم کو راجہ نرشاد علی صاحب کا خط آیا۔ اسمیں ہے کہ وہ بھی بمبئی آئیں گے۔

دوشنبہ ۲۶۔ اگست ۱۹۰۰ء

بارش کا سلسلہ تھوڑا بہت جاری ہے۔ دس بجے کہیں نہ گئے۔ ۳ بجے ممتاز علی صاحب کے ہمراہ عمر کھاڑی کے ڈاکخانہ میں گئے۔ اور ایک مکتوب شیراز کی مکان پر جاسپ نامہ دیا۔ یہ کام سے فارغ ہو کر سید محفوظ علی صاحب کے پاس گئے۔ بات چیت کرتے رہے۔ کہ دو اس کے ایک صاحب عنایت حسین صاحب نامی مع سے ایک افغان حبیب اللہ خان نامی کابل طالب علم کے تشریف لائے۔ گھومنے کے لیے آئے ہیں۔ ان کا سن میں بہت بڑا ہے۔ ہوشیار اور اسلامی آدمی ہیں۔ تھوڑی دیر ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔ یہاں سے فارغ ہو کر سمندر پر گئے۔ کچھ دیر ہوا خوری کرکے واپس آئے اور مولوی عبدالرؤف خاں صاحب سے انجمن ضیاء الاسلام میں ملاقات کرکے مکان پر آئے۔ آج خدا کے فضل سے ہماری صحت اچھی ہے۔ الحمد للہ۔

شنبہ ۲۷۔ اگست ۱۹۰۸ء

آج ۳ بجے تک مکان پر رہے۔ اسکے بعد چھاپی پر گئے۔ سات بجے تک قیام کیا۔ موسم خوشگوار تھا۔ واپس آئے اور خوش و خرم آرام کیا۔

چہار شنبہ ۲۸۔ اگست ۱۹۰۸ء

آج زکام کی شکایت ہے۔ صبح سے دوپہر تک کھیں کھیں لگی۔ دوپہر کو جناب سید محمد علی صاحب کا آدمی بلاوا لیکر آیا۔ مگر ہم نے ۳ بجے کا وعدہ کہلا بھیجا۔ تین بجے گئے۔ ملاقات ہوئی۔ سید صاحب نے تاج محل ہوٹل دکھانے کے واسطے بلایا تھا۔ وہاں آنجہانی علی گڈھ کالج کے مشہور لائق قابل طالبعلم سید محمد علی صاحب آکسن ایم۔ اے۔ افسر محکمہ افیون ریاست بڑودہ مقیم ہیں۔ ان سے ملنے گئے۔ واہ ہوٹل کیا ہے ایک تماشا گاہ یا آرائستہ شاہی محل ہے۔ پانچویں منزل کے بالاخانہ پر ہمارا مقصود تھا۔ سید صاحب نے ایک بٹن دبایا۔ فوراً ایک چرخ کی سی آواز پیدا ہوئی اور اسٹاف کھٹولا لئے ہوئے ایک آدمی آسمان سے زمین پر آیا۔ سرخ مخملی کوچ پر جو کھٹولے میں رکھی تھی ہم بیٹھ گئے۔ ہمارا بیٹھنا کہ کھٹولے کے مرکل نے منزل دریافت کی کہا گیا۔ پانچویں منزل حکم ملتا ہے کہ مرکل نے ایک اشارہ کیا۔ اشارہ کرتے ہی کھٹولا اڑا۔ اور اس تیزی سے کہ سناٹا آتا ہے۔ راستہ میں دوسری تیسری چوتھی منزلوں کے خوبصورت نظارے ہوتے گئے۔ یا تو زمین پر تھے یا اناً فاناً میں پانچویں آسمان پر گئے کیا کہنا بہار۔ تمام مقامات میں چھوٹے چھوٹے رنگ برنگ چینی کے ٹکڑے کا فرش ہے۔ مسافر کے لئے ہر قسم کا سامان آسایش۔ سمندر کا کنارا اور ایسی وسیع عمارت کہ کم از کم پانسو کمرے ہوں گے یہاں امیر لوگ قیام کرتے ہیں۔ یا انگریز کیونکہ چارج زیادہ ہے۔ یہ ہوٹل ٹاٹا کا بنایا ہوا ہے۔

افسوس محمد علی صاحب نہ ملے۔ صاحبزادہ سلطان احمد صاحب چیف جج بھی آج ہی آئے ہیں اور راجہ گوالیار بھی۔ واپسی میں اسی اڑن کھٹولے میں جسکو لفٹ کہتے ہیں بیٹھ کر نیچے اترے۔

سید صاحب نے تمام ہوٹل کی سیر کرائی۔ ہر ریلوے کمپنی کے ٹکٹ گھر ڈاکخانہ تار گھر ہوٹل میں موجود ہیں۔ مسافر کو تلاش کی ضرورت نہیں۔ سید صاحب سیاوں کے ایک مسلمان سوداگر کے پاس لگے

یہ ہوٹل میں ہندوستانی وسیلوں کی مشہور دستکاریوں کی تجارت کرتے ہیں۔ ظروف و زیور اور ہر قسم کا آرائشی سامان۔ سوداگر نوکر اور خلیق آدمی ہیں۔ یہاں سے رخصت ہو کر انگریز حجام کی حجامت دیکھی اور بے اختیار اپنے دیہات کے سڑے بسے حجام یاد آ گئے۔ ایک وہ ہیں اور ایک یہ کہ حجام نہیں نواب معلوم ہوتے ہیں۔ دکان ایک آراستہ محل ہے۔ یہاں سے نواب محسن الملک صاحب کے پاس گئے۔ نواب سردار علی۔ مولوی عبداللہ احمد۔ محمد علی صاحب ایم اے موجود تھے۔ بات چیت کے بعد سید محفوظ علی صاحب اور ہم محمد علی صاحب کی گاڑی میں چوپاٹی پر گئے۔ کچھ دیر سیر کر کے ہم نے علیحدگی کی اجازت لی۔ اور تنہائی میں سیر کر کے مکان پر واپس آئے۔ کھانا کھا کر سو گئے۔

پنجشنبہ ۲۹۔ اگست ۱۹۰۶ء

آج صبح قاضی کبیرالدین صاحب کے پاس گئے۔ وہ موجود نہ تھے۔ ان کے اور ہمارے عزیز۔ جو کئی گھنٹہ باتیں کرتے رہے۔ یہ ہماری خانقاہ کے حالات سے خوب واقف ہیں قاضی صاحب آئے۔ اور ان سے ملاقات کر کے ہم مکان پر واپس آئے۔ کچھ دیر آرام کیا اتنے میں مولوی محمد یوسف کھٹکھٹے کا آدمی بلانے آیا گئے۔ بہت اخلاق سے پیش آئے۔ اور عجیب و غریب قلمی کتابیں و قرآن شریف دکھلائے۔ یاقوت مستعصمی کے ہاتھ کا قرآن شریف دیکھا اور ایک قرآن شریف خاندان حضرت بہاءالدین نقشبند کے پڑھنے کا جہانگیر کی یادگار نقشبندی کا دیدہ زیب قرآن شریف بڑا شاہ جہاں کا آیا ہوا دیکھا۔ مولانا صاحب موصوف بڑے ذی علم اور نیک شوقین علم دوست مسلمان ہیں۔ واپس آ کر چوپاٹی گئے۔ اور رات تک وہاں رہے۔ آٹھ بجے مکان پر آئے۔ کھانا کھا کر سو گئے۔

جمعہ ۳۰۔ اگست ۱۹۰۶ء

کھانے سے فارغ ہو کر ڈاک کے جہاز اور اس کے مسافروں کو سیر کرنے گئے۔

دس بجے سلامتی جہاز میں سوار ہوئے۔ انگریز یا دوسرے وسیلوں میں جانے والے بھی تھے۔ عجب دلچسپ بہار تھی۔ بارہ بجے واپس آئے۔ ایسے تھک گئے تھے

کو پھر کہیں نہ گئے۔ کچھ کام کے سبب جی خراب تھا۔ شام کو انجمن دعوۃ الاسلام کے جلسہ میں گئے وہاں سے انجمن ضیاء الاسلام میں گئے واپس آکر کمبلی شاہ صاحب سے ملے۔ دو بجے تک نیند نہ آئی۔ عجب خلجان تھا۔ صاحبزادہ لطیف الدین صاحب کو خط لکھا۔ اور سو گئے۔ زکام کی شکایت باقی ہے ۔

شنبہ ۳۱۔ اگست ۱۹۰۷ء

خدا کے فضل سے آج طبیعت اچھی ہے۔ کھانے سے فارغ ہو کر ماڑی بندر پر گئے۔ تاکہ ولایت جانے والے مسافروں کی سیر کریں۔ اول حیدرآبادی مسلمان اور ایک پارسی مع چند انگریزوں کے روانہ ہوئے۔ دوسری بار صاحبہ بڑودہ کے بچے اور چند انگریز گئے ۔

یہ دو بچے تھے ایک تقریباً پندرہ سال کا جو راجہ بڑودہ کا فرزند معلوم ہوتا تھا بہت ہی مشابہ تھا۔ ان کی صورت سے۔ ایک زرین انگرکھا پہنے ہوئے تھا اور سر پر آڑا دوپٹہ۔ چہرہ سے آثار اقبال و دانش مندی عیاں تھے۔ دوسرا بچہ غالباً کوئی قریبی رشتہ دار تھا۔ جو عمر میں کم۔ مگر بدقسمتی میں زیادہ نظر آتا تھا۔ بشرہ سے حسد اور چالاکی نمایاں تھی۔ ایک انگریز جو جرمنی خط و خال کا آدمی ہے ان لڑکوں کے ہمراہ تھا۔ گودی تک ریاست کے اہلکار ہمراہ آئے تھے۔ یہ بچے خوشی خوشی لانچ پر سوار ہو گئے۔ مگر ہم کو اسی وقت کشفی حالت عرصہ کے بعد پیدا ہوئی۔ اس ہندو ناؤ کی نسبت عجیب و غریب اسرار سامنے آئے۔ کہتے ہیں یہ راجہ بڑودہ کا بھتیجا ہے۔ ہوگا۔ گراونوہ بالکل راز۔ ابھی اور مسافروں کے آنے کی امید تھی۔ لیکن ہم خاص حکم کے سبب جو قلب پر برابر صادر ہو رہا تھا۔ فوراً واپس چلے آئے۔ سید محفوظ علی صاحب کے دکان پر کچھ دیر ٹھیرے۔ قریشی صاحب کے بھائی موجود تھے۔ جو سید صاحب کے ہمراہ دکان میں شریک ہیں۔ بات چیت ہوتی رہی۔ دل لگا۔ چلے آئے۔ شام کو مسٹر حبیب الرحمٰن صاحب نامہ نگار روپیہ اخبار کے ہمراہ چوپاٹی گئے۔ آٹھ بجے واپس آئے۔ کبھی بارش کی پھوار آجاتی ہے۔ ہیضہ کی شہر میں زیادتی ہوتی جاتی ہے۔ رات کو بارہ بجے تک نیند نہ آئی ۔

یکشنبہ یکم ستمبر ۱۹۰۷ء

حوائج سے فارغ ہو کر حسب وعدہ آغا فتح علی صاحب کے پاس گئے یہ ایک سن رسیدہ آدمی ہیں۔ دفتر میں آتے رہتے ہیں۔ آغا خان صاحب اول کے مقبرہ کی سیر کرانے کا وعدہ کیا تھا۔ ہم گئے اور ان کو ہمراہ لیکر مچ گاؤں پہنچے۔ ایک وسیع احاطہ میں یہ خوبصورت مقبرہ ہے سنگ مرمر کا ۳ گز بلند چبوترہ ہے۔ اس پر گنبد قائم ہے۔ سنہری کلس ہیں۔ فرش مختلف رنگ کے پتھروں کا ہے۔ سنگ مرمر اور سنگ سیاہ وغیرہ کا گنبد کے اندر ایک اور سنگ مرمر کی خوبصورت راوٹی ہے۔ اور اسمیں تین قبریں ہیں ایک شاہدہ آغا حسن علی شاہ جد آغا خان صاحب حال کی ہے۔ اور دو کی نسبت ٹھیک معلوم نہیں۔ اس گنبد کے کواڑ چاندی کے ہیں۔ باقی مفصل حالات دوبارہ سیر میں لکھے جائیں گے۔ کیونکہ ہم کو اندر جانے کی اسوقت اجازت نہ ملی تھی واپس آکر کچھ دیر آرام کیا شام کو پالا بندر پر گئے اور وہاں سے ہینڈستان پر پہنچے۔ قریب شام دو پیسہ کا ٹکٹ گرانٹ روڈ تک لیکر ریل میں سوار ہوئے اور وکٹیشن چھوڑ کر تیسرے پر جو چوپاٹی کے قریب تھا اتر آئے۔ چوپاٹی پر عجب بہار تھی۔ کچھ دیر آرام کیا۔ اسکے بعد آہستہ آہستہ مکان پر آگئے۔ ہاں یاد آیا کہ صبح جب آغا خان کا مقبرہ دیکھ کر واپس آئے تو قاضی کبیر الدین صاحب کا مکان راستہ میں پڑتا چلے گئے۔ قاضی صاحب تو نہ تھے۔ ان کے ماموں شاہ غیاث الدین صاحب سجادہ نشین شاہ غریب اللہ صاحب (جو حضرت نظام الدین اورنگ آبادی کے خلیفہ تھے) بڑے ہوشیار اور ذی علم آدمی ہیں۔

دوشنبہ ۲ ستمبر ۱۹۰۷ء

آج جی نڈھال ہے۔ کھانا کھایا۔ مگر باہر جانے کی ہمت نہ پڑی۔ لیٹ گئے اور سو گئے ۲ بجے بیدار ہوئے۔ طبیعت اور اس اور پریشان تھی۔ وکیل کے لیے ۲ بالکل غلط، مضمون لکھا سلطان الاخبار کے واسطے الوداعی ترجمے کئے۔ اتنے میں مولوی محمد یوسف کمشنکے کا آدمی لینے آیا گئے ملاقات ہوئی واپس آئے۔ اور کھانا کھا کر کملی شاہ صاحب کے پاس گئے۔ وہاں مولوی عبد الصمد احمد صاحب آگئے۔ ان کے ہمراہ نظامی صاحب کے یہاں گئے۔ اور مولوی صاحب سے جو تخلیہ کی باتیں مدنظر تھیں کیں

واپس آئے۔ اخبار پڑھا۔ کچھ لکھا۔ اور سو گئے۔ آج بھی پریشانی سے دن تمام ہوا +

شنبہ ۱۴ ستمبر ۱۹۰۷ء

ستمبر ستم ڈھانے آیا ہے۔ آج بھی اوہی پریشانی بے سبب دل کی الجھن۔ زمانہ کی گردش چار بجے تک پڑے رہے۔ شام کو چھٹ پائی گئے۔ واپس آئے جی بھاری اور طبیعت خراب ۲ بجے رات تک نیند نہ آئی۔ بارش بند ہے دھوپ صاف ہے مگر کبھی کبھی بے سان گمان چپ چاپ مینہ آجاتا ہے۔ یہاں بارش کا عجب دستور ہے۔ نہ کڑک ہوتی ہے نہ چمک چپ چاپ تشریف لے آتی ہیں +

چہارشنبہ ۱۴ ستمبر ۱۹۰۷ء

وہی حالت مصیبت ختم نہیں ہوتی۔ آج خلاف معمول دعا بھی کی مگر جواب ندارد ۳ بجے مولوی یوسف صاحب کھٹکے پاس گئے۔ بات چیت کر کے سید محفوظ علی صاحب کی دکان پر گئے +

سید صاحب تو نہ تھے۔ مگر اُن کے شریک مسٹر رضاء الحق اور ان کے برادر خورد فصیح الحق تھے۔ عجب دکان ہے داخل ہوتے ہی کلفت و پریشانی غائب ہو گئی۔ اور ایک طرح کی راحت میسر آئی۔ اتنے میں سید محفوظ علی صاحب بھی تشریف لے آئے۔ واہ واہ۔ آہ آہ کشفی نزول اس زور شور سے شروع ہوا کہ نہال ہو گئے۔ اور پھر ویسی ہی پر اسرار باتیں۔ فصیح الحق کو حقدار شاہ کا خطاب دیا۔ دوران گفتگو میں مسٹر غلام محی الدین آزاد تشریف لے آئے۔ اور ان کے ہمراہ مسٹر روم بھی تھے۔ یہ آزاد صاحب نوعمر شوخ چشم لائق اور علم دوست کوئی ہیں علی گڈھ کالج کے تعلیم یافتہ اور اب ولایت جاتے ہیں۔ ہم کو مدت سے جانتے تھے۔ کل اپنے بھائی خانہ پر مدعو کیا تھا وہ گئے۔ اور ہم پھر سید صاحب سے مزیدار باتیں کرنے لگے۔

آب کے ساتھ زیادہ بگڑی قریب تھا کہ اٹھ کر رقص کرنے لگیں مگر طبیعت کو رکاوٹ کا برا اثر ہوا اور تمام جسم میں تکلیف اور بے کلی پیدا ہو گئی +

سید صاحب کے ہمراہ واپس آئے۔ تمام راستہ وہی کیفیت طاری رہی۔ مکان کے پاس سے سید صاحب

کو اور حقدار شاہ کو رخصت کیا۔ اور آکر کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد سیر کرنے گئے اور حکیم سید عبدالرحیم صاحب جے پوری کے پاس دیر تک بیٹھے رہے وہاں بھی وہ کیفیت موجود تھی۔ واپس آئے ۳ بجے تک نیند نہ آئی۔ مگر واہ کیا پر لطف وقت گزرا +

پنجشنبہ۔ ۵ ستمبر ۱۹۰۷ء

الحمدللہ آج ہر طرح حالت اچھی ہے۔ غسل کیا کپڑے بدلے۔ کھانا کھایا حکیم سید عبدالرحیم صاحب کے پاس گئے۔ امام جی صاحب کا خط آیا۔ راجہ نوشاد علی خان صاحب اور بابو فخرالدین صاحب کے پاس سے بھی حکیم سید عبدالرحیم صاحب تشریف لائے۔ اور ان کے ہمراہ سید محفوظ علی صاحب کی دکان پر گئے۔ نماز مغرب یہیں پڑھی۔ مگر واہ کیا مزیدار نماز بعد نماز حکیم صاحب تشریف لے گئے۔ ہم سید صاحب اور مسٹر رضاء الحق صاحب بھی مسٹر آزاد کے بھائی خانہ پر دعوت کھانے گئے۔ پارسی کی مورت کے پاس بھائی کلہ میں مکان تھا اور اچھا۔ تصویریں دیکھیں۔ پھر کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد فونوگراف باجہ سنا۔ دس بجے واپس آئے۔ خدا کے فضل سے آج کا دن ہر پہلو سے راحت و مسرت کا گزرا۔ اور اسکی کریم ذات سے امید ہے کہ ہمیشہ ایسا ہی گزارے گا۔ آج حسب ذیل خط لکھے برادر محمد صادق امام صاحب۔ راجہ نوشاد علی خان صاحب بھائی صاحب۔ آج اعجاز القرآن کا وی۔ پی حیدرآباد سے آیا +

جمعہ ۱۔ ستمبر ۱۹۰۷ء

الحمدللہ آج بھی ہماری صحت بحال ہے۔ جہاز پر جانا تھا مگر نہ جاسکے۔ دوپہر کو سید محفوظ علی صاحب کی دکان پر گئے۔ بھائی صاحب کو پارسل روانہ کرایا۔ جانمازیں خریدیں بات چیت کی واپس آئے۔ اور ممتاز صاحب و کاتب صاحب کے ہمراہ رانی باغ گئے خوب سیر کی واہ کیا بہار تھی۔ واپسی پر انجمن ضیاء الاسلام گئے اور مولوی عبدالرؤف خان صاحب سے ملاقات ملایا۔ واپس آکر کھانا کھایا اور سوگئے۔ بارش آج پھر شروع ہے +

شنبہ ۷ ستمبر ۱۹۰۷ء

بفضلہ صحت عمدہ ہے۔ کھانے سے فارغ ہو کر خطوط لکھے اور گیارہ بجے کے بعد واڑی بندر پر گئے۔ جہاز روانہ کرنے آج عین وقت پر پہنچے۔ عنایت اللہ ایم۔ اے ہمراہ تھے اور ان کے والد ملے۔ یہ طالب علم امسال پنجاب میں فسٹ کلاس آیا تھا۔ اب ولایت جاتا ہے۔ آج بہت مسافر گئے ہیں، خصوصاً آغا خان صاحب کے کوئی عزیز جنکے پہنچانے کو بڑی جماعت مغلوں کی آئی تھی۔ مگر واہ کیا دلچسپ نظارہ تھا۔ مغلوں میں ایک روح اشتیاق نظر آئی۔

دل نے اسکی آنکھوں سے خیریت دریافت کی۔ اور خوش کن جواب پایا۔ بیچاری کچھ دن تو اس عالم میں شادکام رہی مگر اب رخصت کے وقت ذرا پریشان ہے۔ عنایت اللہ صاحب کے والد کے ہمراہ واپس آئے یہ صاحب جے جے ہسپتال کے سامنے نئی چال میں سفیر کابل کرنل غلام رسول خان کے پاس مقیم ہیں۔ یہاں سے موتی سیٹھ کی چال میں آئے۔ مولوی جواد صاحب نے روٹی اپنے ہاتھ سے۔ گرم کرکے کھلائی۔ سوڈا پلایا۔ اور عالمانہ باتیں سنائیں ایک بجے واپس آئے اور سو گئے۔

یکشنبہ ۸ ستمبر ۱۹۰۷ء

آج بھی الحمدللہ ہماری صحت عمدہ ہے۔ خارج سے فارغ ہو کر خطوط لکھے اور العزیز آگرہ کو "میرا پتنگ" مضمون لکھا۔ دوپہر کو منشی عطا محمد پنشنر کلرک آف دی کورٹ۔ امرتسر سے ملنے سفیر کابل کے مکان پر گئے وہ سوتے تھے واپس آئے۔ دوبارہ چار بجے گئے۔ ملاقات ہوئی اور سفیر کرنل غلام رسول خاں سے بھی ملے۔ منشی عطا محمد کا لڑکا عنایت اللہ ایم۔ اے کل ولایت گیا ہے جسکی بابت کل درج ہو چکا ہے۔

یہاں سے چوپاٹی گئے۔ خوب بہار تھی حکیم عبدالوہاب صاحب مل گئے۔ ان کے ہمراہ گاڑی میں پادری حسام الدین صاحب کے پاس گئے۔ یہ بوڑھے عیسائی پالن پور کے رہنے والے

اور علم دوست آدمی ہیں۔ ہم کو جانتے تھے۔ کشف الحقائق کے ایڈیٹر ہیں۔ ان کی دو صاحبزادیاں ہیں۔ آدمی خلیق ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے۔ اور حکیم صاحب کے ہمراہ ان کے مکان پر گئے۔

یہ حکیم صاحب بیس برس سے بمبئی میں مقیم ہیں۔ مطب اچھا چلتا ہے۔ چھوٹا سا بچہ مسمی الرحمان قدسی کیا ہی پیارا بچہ ہے۔ دو لڑکے ہیں۔ حکیم صاحب آدمی ہوشمند معلوم ہوتے ہیں۔ واپس آکر کھانا کھایا۔ باجہ بجایا۔ بارش خوب ہو رہی ہے۔ ٹھنڈک میں سو گئے۔

دوشنبہ ۹۔ ستمبر ۱۹۰۷ء

خدا کے فضل سے آج بھی صحت اچھی ہے۔ حوائج سے فارغ ہو کر سید محفوظ علی صاحب کی دکان پر گئے۔ وکیل کمپنی کو پندرہ روپے بھجوا دیئے۔ وہاں سے حسب وعدہ حکیم عبدالوہاب کے مکان پر گئے۔ حکیم صاحب نے دعوت کی تھی۔ یہ حکیم صاحب علی گڈھ کے رہنے والے ہیں۔ اور بیس برس سے یہیں بمبئی میں یمن محلہ میں رہتے ہیں۔ یہاں ان کے چند احباب بیٹھے تھے۔ ہمارے مضمون رام وکرشن کا تذکرہ ہوا۔ رٹول کے مولوی صاحب جو یہاں ایک مدرسی کے امیدوار ہیں۔ کچھ خلاف میں بیان کرتے رہے۔ اور ہم اسکے نرم جواب دیتے رہے۔ پھر ایک اور صاحب تشریف لے آئے۔ اس کے بعد حکیم حبیب اللہ صاحب آئے جو نارنول یا پٹیالہ کے باشندے ہیں۔ پہلے یہاں مطب شروع کیا وہ کام نہ چلا تو ساجھوں کی دلالی شروع کی۔ اسمیں بھی ناکامی ہوئی۔ تو اب متفرق اشغال سے روٹی کماتے ہیں۔ معمولی قسم کے گورے چٹے آدمی ہیں۔ ڈاڑھی خشخاش ہے بشرہ سے شرارت اور مفسدہ پسندی مترشح ہے۔ آتے ہی رام وکرشن کے مضمون میں دخل دینا شروع کر دیا۔ اور فوراً دو ہی فقروں کے بعد ہماری ذات کی نسبت غلطات بکنے لگے۔ ان کا خیال تھا۔ کہ ہم انکو جواب دینگے مگر ہم نے فقرات مضحکہ انگیز میں ٹالنا چاہا۔ وہ اور دلیر ہوتے گئے۔ لیکن عالم یہ تھا کہ منہ سے کف جاری تھے۔ اور تمام بدن کانپ رہا تھا۔ آنکھوں سے شعلے نکلے پڑتے تھے۔ جب ہم نے ان کی حالت غیر دیکھی خاموش ہو گئے۔ اور ان سے جہاں تک ہو سکا گالیاں بکتے رہے۔ فراغت کے بعد چلنے لگے تو ہم سے گستاخی کی معافی اور مصافحہ چاہا۔ ہم نے چونکہ

محسوس کر لیا تھا۔ کہ یہ معافی بھی ایک طرح کی چھیڑ ہے۔ اسلیئے انکار کیا۔ بہت بگڑے۔ اور بکتے جھکتے چلے گئے۔ انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں حکیم عبدالوہاب کی مرضی کو بھی دخل تھا۔ بہر حال خدا پر فیصلہ چھوڑ دیا گیا۔ دو کے قریب کھانا کھایا اور واپس آئے۔ پھر سید صاحب کی دکان پر گئے۔ رضا شاہ سے باتیں ہوتی رہیں عبدالحسین صاحب تشریف لائے۔ اور پروفیسر عباس سے ملاقات ہوئی۔ واپس آئے۔ شیخ عبدالقادر صاحب کا خط پایا۔ چوپاٹی گئے۔ گیا س کی دو الٹینوں میں نیا چاند دیکھا۔ خدا مبارک کرے۔ چوپاٹی پر دہلی کے دو ہندو دوست ملے۔ ان میں سے وہ شخص ہیں جو مسلمان ہو گئے ہیں۔ چوپاٹی سے فرخ صاحب کے ہاں اور انجمن ضیاء الاسلام میں ہوتے ہوئے مکان پر آئے۔ کھانا کھایا۔ خیالات کی یادداشت لکھی۔ اور سو گئے۔ بارش آج بند ہے۔ موسم میں دن کے وقت گرمی ہوتی ہے۔ رات کو خنکی۔ موسمی بخار شروع ہیں۔ خدا ہم کو اس بلا سے بچائے۔ آمین ؛

سہ شنبہ ۱۰ ستمبر ۱۹۰۷ء

آج صبح حوائج سے فارغ ہو کر انگریزی کتاب پڑھتے رہے۔ بارہ بجے سو گئے ۲ بجے سید صاحب کی دکان پر گئے۔ رضا شاہ ملے۔ چار بجے تک بات چیت کرتے رہے اسکے بعد جامع مسجد گئے۔ اور کتب خانہ میں کتابیں دیکھیں اول ایک مکتوب حضرت خواجہ بندگ کا خواجہ قطب صاحب کے نام دیکھا۔ پھر رسالہ نشاط العشق عبداللہ بن حسن بن علی الکمل الجیلانی کا جو حضرت غوث الاعظم کے کلمات کی شرح میں ہے۔ دیکھا۔ یہ ذات باری سے مکالمہ ہے۔ جو شاہد عالم کشف میں حضرت غوث کو پیش آیا۔ حضرت غوث ذات کو مخاطب کر کے کچھ سوال فرماتے ہیں وہاں سے جواب ملتا ہے۔ یہ جواب انسان کی بلند شان ظاہر کرتے ہیں۔ سنا ہے کہ یہ رسالہ چھپ گیا ہے ؛

ایک اور رسالہ طبقیہ دیکھا۔ جس میں تصوف اور اخلاق کو ۲۲ شیخ میں بیان کیا ہے دوران مطالعہ میں جناب مولوی محمد یوسف صاحب تشریف لے آئے۔ ان کے ذریعہ سے

عجیب و غریب کتابیں دیکھنے میں آئیں۔ مثلاً سید عبدالواحد بلگرامی کی شرح کافیہ جو بالکل تصوف میں کی گئی ہے۔ اور ایک کتاب جس کے ہر صفحہ پر چار کتابیں۔ مثلاً اگر یونہی مسلسل پڑھیں تو ایک کتاب اور پہلے حروف نیچے تک ملاتے جائیں۔ تو دوسری کتاب اور درمیانی حروف ملائیں تو تیسری اور آخری ملائیں تو چوتھی۔ اسطرح علیحدہ علیحدہ علوم میں چاروں کتابیں مرتب ہو جاتی ہیں۔ عجیب کتاب ہے۔

واپسی میں ایک حوتی خریدی اور دفتر میں آکر کھانا کھایا یہاں ممتاز صاحب کے ہمراہ گرانٹ روڈ گئے اور آئس کریم کھائی۔ وہاں سے پادری حسام الدین صاحب کے پاس گئے۔ بچارے منتظر تھے۔ ملے۔ بڑے خلق کے آدمی ہیں۔ ایک گھنٹہ گفتگو کر کے واپس آئے۔ اور چشتیہ پالیسی ہند میں مضمون لکھا۔ الحمد للہ صحت اچھی ہے۔ بارش نہیں ہے۔

چہار شنبہ۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۰۷ء

آج صبح غسل وکھانے کے بعد مطالعہ اخبار وکتب انگریزی میں مصروف رہے اسکے بعد کچھ سوئے۔ ۲ بجے آگرہ سے مولوی سعید احمد کامنی آرڈر آیا سید صاحب کی دکان پر گئے رضا شاہ سے ملکر کتب خانہ محمدیہ میں گئے۔ حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی کی کتاب مالابدہ فی التصوف کی نقل شروع کی کتاب خانہ کی طرف سے مولوی شاہ ولایت حسین الہ آبادی کو سفارشی خط لکھا۔ ان کے پاس مولانا علی مہائمی کی کوئی کتاب ہے کتب خانہ اسکی خواہش رکھتا ہے۔ واپس آئے۔ اور میاں ممتاز کے ہمراہ کملی شاہ صاحب کے پاس گئے۔ وہاں سے ہم اکیلے چوپاٹی گئے۔ کچھ دیر قیام کیا۔ عجب سفرح صاف ہوا ہوتی ہے یہاں نہ آئیں تو بیمار ہو جائیں۔ بمبئی کا اندرون بڑا کثیف ہے۔ واپس آئے کھانا کھایا اسکے بعد مولوی جواد حسین صاحب کے پاس گئے اور باتیں کیں۔ مولوی صاحب دو بار ہمارے پاس آئے تھے۔ ہم نہ ملے اسلئے ہم نے خود سبقت کی۔ بارہ بجے واپس آئے۔ اور سو گئے موسم اچھا اور الحمد للہ صحت بھی درست ہے۔ رات کو ہمارے پاؤں کی ایڑی پکی ہے نے

کنر ڈالی تکلیف ہے۔ جنرل ڈکسن کا خط آیا +

پنجشنبہ ۱۲ ستمبر ۱۹۰۷ء بمبئی بھنڈی بازار

آج بفضلہ صحت عمدہ ہے۔ فارغ ہو کر سید صاحب کی دکان پر گئے۔ سید صاحب اور سید محمد علی صاحب آکسن دونوں آج ہی تشریف لائے ہیں ملاقات ہوئی۔ محمد علی صاحب سے دوبارہ معانقہ ہوا وہ ہم سے ملنے کے مدت سے طلبگار تھے۔ مگر باوجود میل ملاقات کے انہیں ہماری پوری کیفیت معلوم نہ تھی ۳ بجے پاوری حسام الدین صاحب کے پاس گئے۔ مزید چار پی واپس ہو کر سید صاحب کی دکان پر گئے۔ اور آٹھ بجے واپس آئے۔ سید صاحب کی دکان کے برابر ایک ذی علم و ذی فہم خوجہ سے ملاقات کی۔ موسم نہایت گرم ہے رات کو ہوا صاف نہیں رہتی

جمعہ ۱۳ ستمبر ۱۹۰۷ء بمبئی بھنڈی بازار

حوائج سے فارغ ہو کر سید صاحب کی دکان پر گئے۔ جنرل ڈکسن کو خط لکھوایا۔ خاکسار صاحب کو پیکٹ بھجوایا۔ اتنے میں سید صاحب اور محمد علی صاحب بھی آ گئے۔ بات چیت رہی اور مدراسی بے موسم کے آم کھائے گئے ۳ بجے جامع مسجد گئے۔ اور کچھ تھوڑا سا مالابدہ نقل کیا واپسی میں خبر دار آفس گئے۔ مسٹر پیٹیل ملے۔ اسکے بعد مکان پر آئے۔ کچھ دیر آرام کیا۔ کھانا کھایا اور پھر سید صاحب کی دکان پر گئے۔ وہاں سے مسٹر رضا شاہ اور دوسرے ایک اور صاحب کو لیکر سٹیشن چرچ گیٹ پر گئے۔ راستہ میں کھانا کھایا گیا۔ ہم نے سیر کی سمندر پر آئے۔ عجب بہار تھی۔ اور چوتھی تاریخ کا چاند سمندر پر چمک رہا تھا محمد علی صاحب کو بڑودہ کی میل میں روانہ کیا۔ اور واپسی میں مسٹر قریشی اور ایک احمد آبادی مولانا وغیرہ کے ہمراہ ان کے مکان پر آئے کچھ دیر کے بعد اپنے مکان پر آئے۔ اخبار پڑھا اور ایک بجے سو گئے الحمد للہ جی اچھا ہے +

شنبہ ۱۴ ستمبر ۱۹۰۷ء بھنڈی بازار

آج حوائج سے فارغ ہو کر واڈی بندر پر گئے۔ آزاد ولایت جاتے ہیں۔ راستہ میں

نظام الدین صاحب قریشی مل گئے۔ بندر پر گئے۔ مسٹر رضاء الحق بھی موجود تھے۔ آج کئی مسلمان جاتے ہیں۔ سیف الدین امرتسر سے سید جمیل حسین پٹیالہ سے۔ میر جمیل حسین کے بھائی تجمل حسین پہنچانے آئے تھے۔ اور کرنیل عبد المجید خاں کا بھتیجا عبد الرحمن بھی۔ آزاد دیر میں آئے۔ عجب بہار تھی۔ آزاد کے باپ گلے لگا کر روتے تھے۔ اور یہی حال دوستوں کا تھا۔ ہم نے اپنی دعا کی تصویر دی۔ روانگی کے وقت میر جمیل حسین اور ان کے بھائی اسطرح گلے ملکر روئے کہ تعجب ہوا۔ اتنی عمر اور ایسی بے خودی بڑودہ کے راجہ کا چھوٹا لڑکا بھی گیا ہے۔ بہت چھوٹی عمر ہے کوئی بارہ برس کا مگر کیا مجال جو ایک آنسو بھی نکلا ہو۔ بڑا بھائی جو ولی عہد ہے پہنچانے آیا تھا مگر متانت اور باطنی القاء سے معلوم ہوا کہ گدی کے قابل یہ چھوٹا بچہ ہے۔ بڑے کے چہرے پر بغیبی دبر بادی کے آثار تھے۔ غالباً فضول خرچی میں اول نمبر ہوگا۔

اس چھوٹے بھائی کے بشرہ سے متانت و اقبالمندی مترشح تھی۔ سب سے رخصت لیکر گیا۔

ہم قریشی رضا واپس آئے۔ شام کو وکٹوریہ میں ہم رضا شاہ اور سید سجاد حسین صاحب احمد آبادی پالو بندر پر گئے۔ آج پارسیوں کی پیٹھی ہے۔ یعنی نوروز تمام پارسی عورت مرد سیر کو عمدہ لباسوں میں آئے تھے۔ واہ کیا بہار تھی۔ مگر کشفی حالت میسر نہ آئی۔ اپالو سے بینڈ اسٹینڈ گئے۔ اور وہاں سے ریل میں سوار ہو کر گرانٹ روڈ آئے۔ گرانٹ روڈ سے ہم سب قریشی رضا سید صاحب مسٹر نظام الحق وغیرہ واپس ہوئے تو مولوی عبد الصمد احمد صاحب سے راستہ میں ملاقات ہوئی۔ ہوٹل کے سامنے بیٹھ گئے۔ برف کھائی اور خوب باتیں کیں۔ سب کو رخصت کیا اور ہم فرخ صاحب کے مکان پر گئے اور خوب گانے بجانے کا رنگ دیکھا۔ ایک بجے واپس آئے اور سو گئے +

آج طبیعت خاصی ہے۔ الحمد للہ +

یکشنبہ ۵ ستمبر ۱۹۱۰ء بمبئی بھنڈی بازار

فارغ ہو کر سید صاحب کی دکان پر گئے۔ وہاں سے واپس آئے اور سہ پہر کو ہم از رضا صاحب

کے ہمراہ بینڈ اسٹن گئے۔ اور ریل پر سوار ہو کر چوپاٹی پہنچے۔ ہزاروں آدمی تھے۔ آج گنیش کا آخری میلہ ہے جسے گنپتی کہتے ہیں۔ ہزاروں بت سمندر میں ڈالے جا رہے تھے عجب بہار تھی۔ واپسی میں گرانٹ روڈ سے ہوتے ہوئے آئے۔ مکان پر معلوم ہوا کہ مولوی جواد حسین صاحب نے کھانے کے لئے بلایا ہے۔ وہاں گئے۔ کھانا کھایا۔ جے پوری شاہ صاحب بھی تھے۔ گیارہ بجے واپس آئے اور سو گئے +

دوشنبہ ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء بمبئی بھنڈی بازار

آج صبح ہی جوہر صاحب تشریف لائے۔ ان کے بعد حاجی ریاض الدین جگدیا پرشاد اور مولوی محمد علی صاحب داعی اسلام تشریف لائے۔ حاجی ریاض الدین جونا گڈھ سے آئے ہیں سہ پہر کو حاجی ریاض الدین کے ہمراہ سید صاحب کی دکان پر گئے۔ اور وہاں سے ٹرام میں نواب محسن الملک کے پاس گئے مولوی رفیع الدین بھی تھے۔ کچھ دیر بات چیت کر کے واپس آئے۔ جامع مسجد میں کتب خانہ کی سیر کی۔ اور مکان پر آئے۔ کھانا کھایا مولوی عبداللہ احمد بھی تھے۔ بعد از فراغ طعام کملی شاہ کے یہاں گئے۔ وہاں سے گرانٹ روڈ جا کر حجامت بنوائی مگر واہ کیا حجام۔ اور کیا دکان و سامان حجامت۔ بس زوالی شان۔ صرف چار آنہ لے۔ اور نیم انگریز آدمی گھنٹہ بھر نوکر رہا۔ واپسی میں انجمن ضیاء الاسلام میں گئے۔ مولانا سخا حاجی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ قریشی آگئے ان کے ہمراہ اس مکان پر آگئے۔ جہاں احمد آبادی دوست رہتے ہیں ضیا میاں سید سجاد حسین نظام الحق و قریشی صاحبان موجود تھے۔ بزرگوں کا تذکرہ ہوتا رہا بارہ کے قریب مکان پر آئے۔ اور سو گئے۔ آجکل دو روز سے سخت دھوپ اور گرمی ہوتی ہے شب کو بھی موسم اول ال گرم رہتا ہے پچھلی رات ٹھنڈک ہو جاتی ہے [illegible] صاف رہتا ہے [illegible]

سہ شنبہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۷ء بمبئی بھنڈی بازار

صبح حاجی ریاض الدین صاحب تشریف لائے۔ دوپہر کو ہم اوں سید محفوظ علی صاحب کی دکان پر گئے۔ وہاں سے ان کو ہمراہ لے کر نواب محسن الملک صاحب کے یہاں گئے۔ آج وہ لکھنؤ

دشملہ جاتے ہیں۔ پندرہ روز میں واپس آئیں گے۔ واپسی پر سید صاحب کے ہمراہ دکان پر آئے کچھ دیر دم لیکے مسٹر رضا میاں کے ساتھ بازار گئے۔ جوتا خریدا۔ وہاں سے جامع مسجد گئے ظہر میں پڑھ کر واپس آئے۔ کچھ دیر آرام کیا۔ شام کو مولوی عبدالصمد احمد کے یہاں دعوت تھی کھانا کھایا اور ان کی ننھی سی لڑکی نجمہ کی پیاری پیاری باتیں سنیں۔ وہاں سے انجمن ضیاء الاسلام میں گئے۔ وہاں ہمارے ہاتھ پر ایک ہندو نرائن برہم چاری مسلمان ہوا۔ کچھ دیر قیام کرکے مسٹر قریشی کے ہمراہ ان کے مکان پر گئے وہاں سے مولوی جواد حسین صاحب کے یہاں گئے بارہ بجے واپس آئے اور سو گئے۔ آج صحت بالکل درست نہیں۔ جی بھاری ہے موسم سخت گرم ہے

چہارشنبہ ۱۸۔ ستمبر ۱۹۰۷ء بمبئی بھنڈی بازار

آج بھی طبیعت نادرست ہے۔ صبح مولوی جواد حسین صاحب کے یہاں کھانا کھایا اسکے بعد انجمن ضیاء الاسلام میں گئے۔ سہ پہر کو جامع مسجد گئے اور مولوی محمد یوسف صاحب کو ہمراہ لیکر بزازہ گئے۔ کپڑا خریدا۔ واپس آئے۔ اور انجمن ضیاء الاسلام ہوتے ہوئے چوپاٹی گئے۔ وہاں سے رضا میاں ممتاز میاں۔ نظام الحق۔ سجاد حسین صاحبان کے ہمراہ واپس آئے آج قریشی کو بخار ہے۔ کچھ دیر ان کے پاس رہے۔ گیارہ بجے واپس آئے اور سو گئے۔

پنجشنبہ ۱۹۔ ستمبر ۱۹۰۷ء بمبئی بھنڈی بازار

آج کل کی نسبت مزاج درست ہے۔ صبح حوائج سے فارغ ہوکر انجمن ضیاء الاسلام میں گئے۔ وہاں مولوی نظیر حسن صاحب نیشنل نے فوٹو لیا۔ گروہیں ہم حاجی ریاض الدین۔ پادری منصور مسیح۔ اور نومسلم برہم چاری اور نومسلم عیسائی شامل تھے۔ واپس آئے۔ سلطان کے لئے مضامین لکھے۔ خطوط لکھے۔ سہ پہر کو سید صاحب کی دکان پر گئے۔ وہاں سے جامع مسجد گئے۔ مولوی حکیم محمد حسن صاحب نظامی امروہوی کی کتاب آثار محشر قیمت رکھ کر لی۔ واپس آئے۔ کھانا کھایا۔ کملی شاہ کے یہاں گئے۔ وہاں سے انجمن ضیاء الاسلام گئے۔ وہاں دادی مہائم کے پاس کوئی جگہ ہے وہاں سے محمد ابراہیم شیخ داؤد نے کسی پبلک جلسہ کیلئے

کل بلایا ہے۔ مگر جمعہ کے سبب ہم نہیں جائیں گے۔ نہ ضرورت جانے کی۔
آج بھی کل کی طرح بچارے قریشی کو بخار ہے۔ خدا شفا دے۔ کچھ دیر ہم ان کے پاس رہے۔ واپس آئے۔ نیند خوب آئی تھی سو گئے۔

جمعہ ۲۰۔ ستمبر ۱۹۱۰ء بمبئی بھنڈی بازار

آج الحمد للہ ہماری طبیعت بہت اچھی ہے۔ حوائج سے فارغ ہوئے غسل کیا۔ اور سید صاحب کی دکان پر گئے۔ وہاں سے جامع مسجد گئے۔ جمعہ کی نماز پڑھی عجب بارونق ہوتی ہے۔ بالکل وہ سماں نظر آگیا جو اسلامی حکومت کے زمانہ میں پایا جاتا تھا۔ فارغ ہو کر کتب خانہ کی سیر کی۔ پھر سید صاحب کی دکان پر گئے۔ آج کتاب اخلاق نسواں و لطائف ظرائف کی جلد تیار ہو گئی۔ اور راجہ نوشاد علی خاں صاحب کو روانہ کر دی گئی۔ چار بجے واپس آئے۔ فہیم مرزا صاحب اور سردار مرزا صاحب کو ہمراہ لیکر انجمن دعوۃ الاسلام کے جلسہ میں گئے حاجی ریاض الدین احمد صاحب بریلوی صدر جلسہ تھے۔ تھوڑی دیر بیٹھے اسکے بعد مرزا صاحب کے ہمراہ چوپاٹی گئے۔ آج بھی وہی گنیش جی کا میلہ ہے۔ جسکو یہاں گنپتی کہا جاتا ہے گنیش جی کی مورت کو پالکی یا فٹن میں رکھ کر لیجاتے ہیں۔ اس طرح ہزاروں بت ہوتے ہیں اس بت کو آٹھ دن یا اس سے زیادہ مکان میں رکھا جاتا ہے۔ اور ویسی دھوم دھام نذر نیاز ہوتی ہے جیسی تعزیوں میں کرتے ہیں۔ آخر کار یہ بت سمندر میں ڈالدئے جاتے ہیں۔ سمندر پر لاکھوں آدمیوں کا مجمع ہوتا ہے۔ یہ سیر دیکھ کر واپس آئے۔ مادھو باغ میں دو پیسہ ٹکٹ دیکر ایک بتخانہ دیکھا جسمیں رام کرشن کے مختلف نظارہ دکھائے گئے ہیں۔ مٹی کے اصلی مجسمہ ہیں۔ مہابھارت کا مشہور دربار جہاں ارجن نے پانی میں سایہ دیکھ کر مچھلی کو شکار کیا دکھایا گیا ہے۔ ہر قسم کے درباری بیٹھے ہیں ہاتھی پر رانی بیٹھی ہے۔ دلچسپ منظر ہے۔ کہیں بھیم راکھش مار رہا ہے۔ یہ مورتیں نہایت مہیب اور قوی انسانوں کی ہیں۔ ایک جگہ راون کی بہن مردہ پڑی ہے۔ کوئی پانچ گز کا قد اور اس قدر خوفناک صورت کہ

ہیبت آتی ہے۔ دیکھ بھال کے واپس آئے۔ کھانا کھایا اور انجمن ضیاء الاسلام میں گئے کچھ دیر بات چیت کرکے واپس آئے۔ گلاب سیٹھ برادر مولوی عبدالرؤف خاں صاحب نے ٹھنڈا عمدہ شربت پلایا۔ یہ بہت نیک خیال آدمی ہیں۔ اور ہم سے بیعت ہونا چاہتے ہیں مگر حکم نہیں آیا جو مرید کیا جاتا +

واپس آئے راستہ میں ایک شاہ صاحب حاجی وارث علی شاہ کے مرید ملے۔ اچھے آدمی ہیں۔ مکان پر بارہ بجے آئے۔ اور سو گئے۔ موسم صاف اور خوشگوار ہے +

شنبہ ۱۲ ستمبر ۱۹۰۸ء بمبئی بھنڈی بازار

کل حاجی ریاض الدین احمد صاحب بریلوی سے پونہ چلنے کا وعدہ ہوا تھا۔ اس لئے صبح ہی تیاری شروع کی۔ بازار گئے۔ خبردار آفس میں چار پی۔ بالس کا ہینڈ بیگ خریدا۔ واپس آکر اسباب باندھا۔ بارہ بجے حاجی صاحب تشریف لائے۔ جنہوں نے ۲ بجے کا وعدہ کیا اور چلے گئے۔ ہم سوا تین تک منتظر رہے نہ آئے تو مایوسی ہوئی۔ چار بجے اپنے سید رضا صاحب کی دکان پر گئے۔ بڑے مزے کی باتیں ہوتی رہیں۔ نماز مغرب سید صاحب کے ہمراہ پڑھی واپسی میں رضا میاں سید صاحب کے ساتھ بورے کے ہوٹل میں مزیدار کھانا اور برف کھائی دکان سے دونوں رخصت۔ ہم دفتر میں آئے۔ معلوم ہوا۔ مولوی جواد حسین صاحب تشریف لائے تھے۔ اور بلا گئے ہیں۔ ہمارے انتظار میں کھانا نہیں کھایا۔ اور جب تک نہ جائینگے نہ کھائیں گے۔ ناچار گئے اور آپ کی خاطر مزیدار مرغ اور مزیدار دال ماش چکھی۔ شیرین جیرا پیا۔ دس بجے تک باتیں ہوئیں۔ واپس آئے۔ اور یادگار غالب بارہ بجے تک پڑھتے رہے تھک گئے۔ سونے لیٹے۔ نیند نہ آئی۔ زمانہ کے لئے مضمون سامنے آیا۔ اس کا خاکہ جمایا اور سو گئے۔ الحمد للہ آج ہماری صحت اچھی ہے۔ موسم ابر آلود ہے اور خلاف معمول بجلی چمکتی ہے یہاں بغیر چمک گرج کے بارش ہوتی ہے۔ اسلئے بجلی کی چمک دیکھ کر رات کو تعجب ہوا۔ دن کو گرمی ہوتی ہے اور خاک اڑتی ہے۔ فقط +

یکشنبہ ۲۲ ستمبر ۱۹۰۸ء بمبئی بھنڈی بازار

آج صبح مولوی جواد حسین صاحب نے کھانے پر بلایا۔ ضامن علی شاہ صاحب پوری بھی تھے۔ عمدہ کھانے۔ اور مولانا کی دلچسپ باتیں بڑی کیفیت رہی۔ بارہ بجے واپس آئے۔ کچھ دیر آرام کیا۔ چار بجے مولوی عبد احمد صاحب حاجی کبیر الدین صاحب کی طرف سے دعوت لیکر آئے۔ اُن کے ہمراہ ٹرام میں گئے۔ قاضی صاحب اور سید غیاث الدین صاحب اورنگ آبادی سے باتیں ہوئیں سید غیاث الدین کی معلومات خاصی وسیع ہے لیکن نظامی ہونے کے باوجود قادریہ سلسلہ سے زیادہ محبت ہے۔ کھانا کھا کر دس بجے واپس آئے اور قریشی صاحب کے مکان پر گئے۔ آج مانگرول سے تار آیا ہے کہ نواب صاحب مرگئے رضا الحق صاحب کی ہمشیرہ نواب مرحوم کے بھائی سے منسوب ہیں۔ اسلیئے یہ لوگ تعزیت کے لیئے مانگرول جانا چاہتے ہیں۔ اگر اسٹیمر میں گئے تو شاید ہم بھی ہمراہ جائیں۔ آج طبیعت بالکل صاف نہیں ہے۔ نیند صاف نہیں آئی۔ خدا فضل کرے +

دوشنبہ ۲۳ ستمبر ۱۹۰۸ء شب برات بمبئی بھنڈی بازار

ہمارا بھی مانگرول جانے کا مصمم عزم ہوگیا۔ صبح سید سجاد حسین صاحب منشی احمد علی صاحب ساکن دھولیہ ضلع احمد آباد کو لیکر آئے منشی صاحب۔ صوفی پسند اور سیاں حامد صاحب تونسوی کے مرید ہیں۔ ان کے والد نے بڑی عمر پائی شاہ سلیمان صاحب تونسوی سے بیعت تھے۔ سید صاحب اور منشی صاحب کے جانے کے بعد ہم نے آرام کیا۔ ۳ بجے قریشی صاحب آئے اور مانگرول چلنے کا ارادہ پختہ ہوا۔ ٹکٹ خریدنے کی اجازت لے گئے۔ ہم نے رخت سفر درست کیا۔ سید صاحب کی دکان پر گئے۔ وہ نہ تھے۔ جامع مسجد گئے۔ کتب خانہ میں مولوی محمد یوسف کو اطلاع کرائی۔ کہ ہم جاتے ہیں۔ وہاں سے آکر چلے ہوائے۔ پھر سید صاحب کی دکان پر ملنے گئے۔ قریشی صاحب بھی آگئے سید صاحب سے مرخص ہوکر دفتر آئے۔ وہاں سے حسب دعوت سیٹھ سلیمان عبد الواحد کے ہاں گئے۔ کھانا کھایا۔ واپسی میں مارکیٹ گئے اور کارقیص

وغیرہ خریدے دس بجے واپس آئے۔ راستہ میں کسی بزرگ کا صندل تھا۔ اس کا جلوس بہت دلچسپ نظر آیا۔ باجہ بجلی کی روشنیاں اور ہجوم۔ مگر سب سے زیادہ عربوں اور حبشیوں عورت مرد کا ناچنا اور گانا دل پر اثر ڈالتا تھا۔

سامان درست کر کے سو گئے۔ شب کو بارش ہوئی۔ اور موسم میں جو گرمی آگئی تھی وہ ایک حد تک بہت کم ہو گئی۔ نیند خوب آئی صحت عمدہ حالت میں ہے الحمد للہ فقط

شنبہ ۲۴۔ ستمبر ۱۹۰۶ء۔ کچھ جہاز اور کچھ بمبئی

آج صبح سے سفر مانگروں کی تیاری شروع ہوئی۔ ناشتہ خریدا۔ اسباب لے کر قریشی صاحب کے پاس گئے وہاں سے ان کو اور سید سجاد حسین صاحب کو لیکر جہاز پر چلے۔ مفتی احمد علی صاحب صبح ہی ملاقات کو آگئے تھے۔ انکو روانگی کے وقت قریشی صاحب کے مکان سے رخصت کیا۔ پرنسس ڈاک بندر پر آئے۔

جہاز کی روانگی میں دیر تھی۔ پانی کی صراحی اور کچھ نارنگیاں خریدیں ساڑھے گیارہ بجے ڈاکٹری معائنہ ہوا۔ تھرڈ کلاس والوں کی بغلوں اور رانوں پر خوب زور سے ہاتھ رگڑ رگڑ کر معائنہ ہوا۔ عجیب مضحکہ خیز منظر تھا بچارے کرتے اور صدریاں اٹھائے۔ پیٹ کھولے ہوئے کھڑے تھے۔ ہم سکنڈ کلاس کے مسافروں کی صرف نبض دیکھی گئی۔ اسباب قلی پہلے سے لے گئے تھے۔ ہم بعد میں جہاز پر گئے۔ تھرڈ کلاس میں کثرت سے مسافر عورت مرد بچے بوڑھے بھرے ہوئے ہیں۔ سکنڈ میں صرف تین مسافر ہیں۔ ہم قریشی صاحب اور ایک ہندو فرسٹ میں ایک نوجوان سلیمان سوداگر حبشلین ہیں۔ سوا بارہ بجے جہاز روانہ ہوا۔ جوں جوں آہستہ آہستہ کنارہ دور ہوتا تھا دل پر خاص اثر پیدا ہوتا جاتا تھا۔ تاج محل ہوٹل دیر تک نظر آتا رہا۔ یہاں تک کہ بمبئی شکل موہوم کی صورت معلوم ہونے لگی۔ آہ کیا سبق آموز سین تھا۔ قرب بعد کی باطنی سر لفظی ظاہر مثالیں تھیں آخر بمبئی جسم کی آنکھوں سے چھپ گئی اور چاروں طرف پانی پھیل گیا۔ آسمان کے کنارے سمندر کے کنارے سے مل گئے +

تھوڑے دیر تک تو کچھ علوم نہ ہوا۔ رفتار کی تیزی بڑھ جانے سے خفیف سا دوران سر محسوس ہونے لگا۔ قریشی صاحب نے کچھ ترشی کھانے کی صلاح دی۔ چنانچہ نارنگی اور سرکہ کی چٹنی کھائی۔ فوراً دوران غائب ہوگیا۔ اور پھر مطلق نہ ہوا۔ تمام دن بات چیت اور مطالعہ کتب میں بسر ہوا۔ شام کو ابر تھا ورنہ غروب آفتاب کا لطف دیکھتے تاہم شام کا سکوت سمندر میں اسرار الٰہی کا ایک خاص ظہور ہوتا ہے۔ چونکہ دن میں کئی بار کھانا کھایا تھا رات کو بھوک نہ معلوم ہوئی۔ قریشی صاحب سے بات چیت میں دس بج گئے۔ ہوا ایسی لگی کہ نیند آگئی۔ سو گئے۔ ایک بجے آنکھ کھل گئی۔ مطلع صاف تھا۔ اور پندرہویں رات کا چاند سمندر پر چمکتا دمکتا چاندنی کے جہاز میں سوار ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ اللہ۔ تیری شان پانی کے ہچکولوں میں چاند کے نور کا غوطہ کھانا اور تاریک سطح کو منور کر کے باہر نکلنا وجد میں لانے والا سین تھا۔ جدھر نظر جاتی تھی ہلکی اور ٹھنڈی روشنی پانی کی موجوں میں جھلملاتی معلوم ہوتی تھی۔ سمندر کا ہولناک کالا دیو چاندنی کی نورانی پری کو آغوش میں لینا چاہتا تھا۔ اور وہ پھڑک کر بھاگتی اور بدن چراتی تھی۔ اسپر سمندر کے غیظ و غضب اور مدہوشانہ جوش کے حملے۔ بس دیکھنے کے قابل تھے۔ ایک جگہ نہیں تمام سمندر میں یہ عالم برپا تھا۔ دوربین سے دیر تک یہی سیر کرتے رہے وقت مقبول تھا۔ بارگاہ الٰہی سے کچھ مانگنے کی ٹھہر گئی۔ عجب ذوق شوق کی طلب تھی۔ ایسا موقع میسر آنا مشکل ہے۔ پچھلی رات ہوا۔ سردی اور تلاطم کا یہ عالم ہوا کہ کلیجہ کانپنے لگا۔ رضائی پر کمبل لگایا جب سردی فرو ہوئی۔ الغرض تمام رات خاص دلفریبی و لطف سے بسر ہوئی +

چہارشنبہ ۲۵ ستمبر ۱۹۰۷ء کچھ جہاز اور کچھ ماجرا

صبح جہاز میں ہوئی۔ گرداہ کیا سہانی فجر تھی۔ سکوت شب میں غیر مسموع صدائیں پیدا ہوگئیں۔ جب صبح کا نور چمکا۔ آسمان کے کنارے جو سمندر میں غرق تھے۔ سرخ ہونے شروع ہوئے۔ اور یکایک ایک روشن سنہری گول چیز کا کنارہ پانی سے برآمد ہوا۔ اس کا نکلنا

تھا کہ سطح آب پر ایک گہری روشنی نمودار ہوگئی۔ ہوتے ہوتے آفتاب پورا نکل آیا اور سمندر میں اسکی زرد شعاعیں جھلکنے لگیں۔ چاند کی سی ملاحت تو اس جھلک میں نہ تھی تاہم جلالی شان کا ظہور اور ابتدائی ظہور تھا۔ جہاز تیزی سے جا رہا تھا۔ آفتاب خاصا بلند ہوگیا تھا۔ مگر کوئی جانور نظر نہ آیا جو نمود صبح کے بعد ہمیشہ نظر آتے اور اپنے گانے سنایا کرتے ہیں۔ سناٹا اور خاموشی یا جہاز کی آواز جان الفاظ میں مفہوم ہوتی تھی۔ پتہ نہیں پتہ نہیں، پتہ نہیں ✦

اسوقت ہم نے کہا کہ جھوٹا ہے۔ پتہ کیا وہ خود بنانے والے کو بھی ہستی موہوم دلا پتہ ہے۔ ایک کی فنا دوسرے کی بقا ہے۔ ان سوالات و جوابات کے عالم میں محو تھے۔ کہ قریشی صاحب نے دوربین میں دیکھ کر خوشی کا نعرہ مارا کہ وہ سومنات آگیا۔ دیکھا تو دفعتہً کنارہ پر ایک عالیشان اونچی نیچی پرانی عمارت نظر آئی۔ معلوم ہوا یہی وہ مقام ہے جہاں غازی محمود اسلامی پروں سے اڑ کر آگیا تھا۔ اوفوہ۔ کیسا ویران نظارہ ہے کیونکر اس دور دراز جگہ کا محمود کو حال معلوم ہوا اور کس طرح ایک عظیم الشان لشکر کو لے کر وہ یہاں پہنچ سکا۔ یہ سوچتے سوچتے جہاز کنارہ کے قریب جا لگا۔ اب سومنات دور رہ گیا اور بلادل کا بندر سامنے آگیا۔ جہاز ٹھیر گیا۔ کشتیاں اسباب اور مسافر لے کر آئیں۔ اور اسباب و مسافر لے کر چلی گئیں۔ مسافروں کے آنے جانے میں ایک ایسا شور و غل اور دار و گیر ہوتی ہے کہ خدا کی پناہ۔ عورتوں کی بڑی مشکل ہے۔ ساڑھے دس بجے جہاز آگے روانہ ہوا۔ اور بارہ بجے مانگرول پر لنگر انداز ہوا۔ یہاں بھی کشتیاں آئیں۔ امیر الدین طبیب جی اور سید سلیمان کشتی میں سوار ہو کر پہلے چلے گئے۔ دوسری کشتی میں ہم سوار ہوئے مگر نہایت کش مکش کی صورت سے۔ سمندر میں سخت جوش تھا۔ کنارہ سامنے تھا مگر کشتی بہت دیر میں ڈگمگاتی ہوئی کنارہ لگی آٹھ آنہ فی کس کرایہ لیا گیا۔ مانگرول کی زمین پر قدم رکھا۔ منشی ولی محمد صاحب پرائیویٹ سکرٹری نواب جہانگیر میاں صاحب لینے آئے تھے ✦

بندر سے جنگی خانہ میں ہمارا نام لکھا گیا وہاں سے سوار ہو کر شہر میں داخل ہوئے اول منشی صاحب کے مکان میں تھوڑی دیر دم لیا۔ اسکے بعد فاتحہ خوانی کے لیے محل میں گئے۔ شیخ نورالدین میاں صاحب خویش نواب مرحوم سے ملاقات ہوئی۔ اور رسم فاتحہ خوانی ادا ہوئی۔ واپس آکر کھانا کھایا۔ اور نواب صاحب کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گئے۔ قرآن خوانی ہو رہی تھی۔ یہاں سے سید امین الدین صاحب جیلانی کے مکان نظر باغ میں گئے۔ مغرب کی نماز اسی خوشنما باغ میں ادا کی واپس آئے۔ تو جہانگیر میاں صاحب سے ملاقات کا بہت وقار سے پیش آئے +

واپس آئے کھانا کھایا۔ اور منشی ولی محمد صاحب کے مکان میں سو گئے۔ قریشی صاحب نظر باغ چلے گئے۔ ہم کل جائیں گے۔ رات کو نیند صاف نہ آئی۔ زکام کا اثر پیدا رہا +

پنجشنبہ ۲۶ ستمبر ۱۹۰۷ء۔ مانگرول نظر باغ

آجکی صبح کسلمند صبح ہے۔ زکام کا اندرونی اثر معدہ کی خرابی تکلیف دے رہی ہے ناشتہ آیا۔ کچھ کھا کر چائے پی۔ اور لکھتے رہے۔ دوپہر کے قریب قریشی صاحب اور رضا میاں وغیرہ آئے۔ ڈیڑھ بجے جہانگیر میاں صاحب کے مکان میں کھانا کھانے گئے۔ فارغ ہو کر جہانگیر میاں صاحب کے بڑے لڑکے عبدالخالق سے امتحان کی باتیں کیں۔ بہت تیز اور ذہین لڑکا ہے۔ خوب جوابات دئے۔ اتنے میں جہانگیر میاں صاحب آگئے اور موجودہ کش مکش کی باتیں شروع ہوئیں جہانگیر میاں نے تمام تاریخی حالات ریاست کے بیان کئے۔ واپس آکر مبصر اخبار اور افضل الاخبار کے لیے مضمون لکھے۔ شام کے قریب سید امین الدین صاحب جیلانی قادری تشریف لائے ان کو اور تمام جماعت کو ہمراہ لے کر نواب مرحوم کے مکان پر رسم فاتحہ خوانی کے لئے گئے۔ بہت لوگ موجود تھے۔ خاصکر شاہ سید محمد صاحب سہروردی سجادہ نشین مخدوم سکندر جہانیاں نبیرہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے ملاقات ہوئی جو بڑے رجیہ درمیانی عمر کے آدمی ہیں۔ ان کے یہاں کچھ تبرکات ہیں ہم سے زیارت کرانے کا وعدہ کیا +

واپس آئے تو مع الجماعت پلے گراونڈ باغ میں گئے جو جامع مسجد کے قریب ہے اچھا باغ ہے وہیں نماز مغرب ادا کی۔ جامع مسجد بالکل فیروز تغلق کی عمارت کی طرز پر ہے۔ نشانی قوۃ الاسلام دہلی کی معلوم ہوتی ہے۔ اصل میں بت خانہ تھا۔ خراب کر کے مسجد بنا دیا گیا۔ وہاں سے ہو کر باغ رانی کے آگے سے ہوتے ہوئے مکان پر آئے۔ اور اسباب اٹھوا کر جیلانی صاحب کے مکان پر نظر باغ میں آ گئے۔ کھانا آیا۔ کھایا باتیں ہوتی رہیں بارہ بجے سب گئے۔ آرام کرنے لیٹے۔ نیند نہ آئی +

مولانا نظام الدین۔ علی شیر خدا۔ شیر۔ پنجہ۔ اور اشاعت مذہب اسلام کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتے رہے۔ تین بج گئے۔ نیند نہ آتی تھی۔ اور ضروری خیالات کا دربار قائم تھا۔ مشکل خیالات ترک کر کے سوئے۔

نیند صاف نہ آئی۔ صبح تک کسل باقی تھا +

جمعہ ۲۶ ستمبر ۱۹۰۶ء مانگرول نظر باغ

ابھی رات کی تکان فرو نہ ہوئی تھی کہ ناشتہ آ گیا۔ مجبوراً کچھ کھا لیا۔ دوپہر کے قریب غسل کیا۔ ایک بجے جمعہ کی نماز کو گئے جامع مسجد بڑی۔ اور نمازی کم۔ تاہم چھوٹی سی ریاست میں غنیمت ہے۔

۲ بجے واپس آئے کھانا کھایا۔ آرام کیا۔ پانچ بجے احباب سمیت بندر پر گئے۔ جو شہر سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ راستہ میں حضرت شاہ مخدوم سکندر جہانیاں کا مزار تھا۔ اسکے قریب سے گزرے۔ ایک پرانہ شکستہ مقبرہ نظر آیا جس کی شان بالکل دہلی کے قدیمی مقابر سے ملتی جلتی ہے آگے بڑھے تو ماہی گیر قوم کا قبرستان نظر آیا۔ یہ ہندو قوم ہے۔ مردے کو جلا کر اسکی خاک دفن کر دیتے ہیں۔ اور ہر قبر پر ایک نیزہ لگاتے ہیں جس پر ایک گھوڑے سوار کی مورت ہوتی ہے۔ سوار کے ایک ہاتھ میں تلوار ہوتی ہے دوسرے میں ڈھال۔ سر پر ایک خاص قسم کی پگڑی ہوتی ہے۔ جسکے پشت پر شملہ کا سا نشان معلوم ہوتا ہے۔ یہ دیکھتے ہوئے

سمندر پر گئے۔ عجب بہار تھی۔ آفتاب کے غروب ہونے کا تماشا دیکھا۔ واپس آئے تو خوب تیزی سے آئے۔ تیز گامی سے طبیعت بہت صاف ہوگئی۔ کھانا کھایا۔ باتیں کیں۔ اتنے میں مولوی غلام رسول صاحب سیاکن ہزارہ ملنے تشریف لائے۔ یہ دہلی میں ہمارے ہم سبق تھے۔ اب ریاست میں نوکر ہیں۔ بارہ بجے سوئے اور خوب صاف نیند آئی۔ الحمد للہ۔

شنبہ ۲۸ ستمبر ۱۹۰۷ء۔ مانگرول نظر باغ

آج بہت سویرے بیدار ہوئے۔ حوائج و نماز سے فارغ ہو کر سیر کرنے گئے۔ تمام شہر مانگرول کا گشت لگایا۔ آٹھ کے قریب مکان پر آئے۔ ناشتہ کیا کچھ لکھا۔ کچھ سوئے۔ ڈیڑھ بجے کھانا کھانے دربار میں گئے۔ یہاں دس روز تک میت کے مکان میں کھچڑی کھانے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ قبولی کھچڑی کڑھی۔ باجرے کی روٹی۔ کھائی جاتی ہے۔ جہانگیر میاں صاحب سے لیکر اعیان ریاست شریک دعوت ہوتے ہیں۔

کھانا کھا کر واپس آئے۔ اخبار و کتابت پڑھتے رہے۔ شام کو مع الجماعت سیر کو گئے نماز مغرب جنگل بیابان میں پڑھی عجب لطف تھا۔ واپس آئے۔ کھانے کا وقت آیا بلائے گئے۔ گئے۔ کھانا کھایا۔ فارغ ہو کر بات چیت شروع ہوئی۔ مولوی غلام رسول صاحب حکیم خلیل الرحمن صاحب بریلوی جو ابھی حال میں ساٹھ روپیہ ماہوار پر نوکر ہوئے ہیں موجود تھے جہانگیر میاں نے تصوف اور بزرگان دین کا ذکر چھیڑا۔ دیر تک یہ گفتگو رہی آخر تمام کر کے مکان پر آئے۔ صحبت احباب کا لطف رہا۔ دس بجے نیند آگئی۔ سو گئے۔ خوب صاف نیند آئی +

مانگرول میں موسم نہایت دلچسپ ہے۔ مطلع صاف۔ ہوا صاف۔ میدان صاف بہت شگفتگی ہے۔ مگر بمبئی کی چہل پہل کے مقابلہ میں سُن سانی ہے۔ دو روز ہماری طبیعت کسلمند رہی۔ لیکن اب بہت اچھی ہے۔ جی لگ گیا ہے +

احباب۔ جیلانی میاں۔ رضا میاں۔ قریشی میاں۔ نظام میاں۔ ونیت شاہ کی صحبت میں بڑی کیفیت ہے۔ آج جہانگیر میاں کے چھوٹے بچے بدرالدین نے عجب گانا سنایا۔ ذرا سا

بچہ ہے۔ مگر آواز ایک جادو ہے۔ ہونہار معلوم ہوتا ہے۔ پروفیسر بدر شاہ خطاب دیا ہے

یکشنبہ ۲۹ ستمبر ۱۹۰۷ء مانگرول نظر باغ

صبح اگرچہ جلدی بیدار ہوئے لیکن حوائج سے فراغت میں دیر ہوگئی طلوع آفتاب کے وقت سیر کو گئے۔ گشت ختم کرکے واپس آئے راستہ میں مولوی غلام رسول صاحب کا مکان ہے۔ روک لیا۔ اور ناشتہ کھلا کے آنے دیا۔ نہایت خلیق آدمی ہیں۔ مکان پر آئے۔ خیر الدین سماں موجود تھے۔ یہ آٹھ سالہ بچہ ہے جسکو مرحوم نواب شیخ حسین میاں نے بحیثیت متبنیٰ پرورش کیا تھا جیلانی شاہ صاحب اسی کی تعلیم و تربیت کے لئے ملازم ہیں۔

بچہ دبلا پتلا نحیف و نزار ہے۔ مگر اس قسم کی عاقلانہ باتیں کرتا ہے کہ عقل حیران ہوتی ہے ریاست میں جس قدر پیچیدگیاں درپیش ہیں انکی نسبت اصولی رائے قائم کرکے ایسی مناسبت اور واقعی باتیں کیں کہ حیرت ہوگئی خدا اسکی عمر دراز کرے اور اسکے استغنا اور قناعت کو بڑھائے بالکل ہونہار بچہ ہے۔

کچھ لکھا باتیں کیں۔ کھانا کھایا۔ سو گئے۔ اور شام تک پڑے رہے کاہلی سر پر سوار ہے بعد از مغرب کھانا کھانے گئے۔ اور وہاں سے ڈاک خانہ جانا ہوا۔ عبدالرحمٰن خان صاحب احمد آبادی ہمراہ تھے۔ یہ عرصہ تک جدہ اور مکہ معظمہ میں مقیم رہے ہیں۔ اسلئے عرب کی باتیں ہوتی رہیں ڈاک لی۔ اور واپس مکان پر آئے۔ اخبارات پڑھے۔ باتیں کیں۔ گانا سنا اور بارہ کے بعد سو گئے۔ آج دن بھر بُری طرح بسر ہوا +

دوشنبہ ۳۰ ستمبر ۱۹۰۷ء۔ مانگرول نظر باغ

طبیعت بھاری ہے۔ گردہ میں تکلیف ہے۔ رات دن چاول کھانے کے سبب خرابی صحت نے کچھ کام نہ کرنے دیا۔ دن بھر یوں ہی پڑے رہے احباب کی بات چیت میں وقت صرف ہوا۔ مولوی محمد عمر جنوڈ مجسٹریٹ و جج مانگرول تشریف لائے اور اپنا کلام سنایا۔ جلال کے شاگرد ہیں خاصا کلام ہے۔ مانگرول کے اعتبار سے عبدالرحمٰن خان صاحب احمد آبادی کو

جمال شاہ کا خطاب دیا۔ دوپہر کو جہانگیر سیالہ ملاقات کو آئے۔ کچھ دیر ان سے بات چیت میں وقت کٹا۔ واپس گئے۔ تو پھر وہی خاموشی۔ آخر پیسہ اخبار کے لیے ایک مضمون "علی جی کے مندر" لکھا۔ شام کو سیر کرنے گئے۔ اور جلدی واپس آگئے۔ آج دسواں ہے۔ وعظ ہوگا۔ ہم سے وعظ کی فرمائش کی گئی۔ مگر انکار ہوا۔ مولوی صاحب نے وعظ کہا۔ خاصا مجمع تھا۔ بعد از فراغ وعظ چاء اور قہوہ کی دعوت ہوئی۔ شیرنی اور ختم کا دستور نہیں۔ بارہ بجے آرام کیا مگر طبیعت اب درست تھی۔ خوب نیند آئی۔ اور صبح دیر تک سوتے رہے۔

سہ شنبہ یکم۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء۔ مانگرول نظر باغ

آج بھی جی خراب ہے۔ دماغ میں چکر اور جسم میں درد۔ یہ سب چاولوں کی خوراک کا ظہور ہے۔ جیلانی شاہ صاحب نے ازراہ کرم روٹی پکوائی اور کھلائی۔ آج دسویں کی عام دعوت ہے۔ کیسا غلیظ اور برا انتظام ہے۔ ریاستوں کو نازیبا۔ نورالدین میاں کے لڑکے جو علیگڈھ میں تعلیم پا چکے ہیں اور جو ناگڈھ میں پڑھتے ہیں۔ ملے۔ نیک بچہ ہے۔ بشرہ صاف پایا۔ سہ پہر کو خطوط لکھے۔ پورے سات لکھنے کے باوجود بہت باقی ہیں۔ جن کا جواب نہیں بھیجا گیا۔ مولوی شاہ محمد سید صاحب سجادہ نشین مخدوم سکندر جہانیاں سے ملاقات ہوئی اور ان کے چچا نے کل واقعات خاندانی بیان کئے۔ ان کے بزرگوں نے مانگرول میں ہندوؤں سے جہاد کر کے یہ مقام لیا تھا مخدوم سکندر مخدوم جہانیاں کے خلیفہ و مرید ہیں۔ اور چاروں خاندانوں سے فیض پایا ہے۔ لیکن اصل طریقہ سہروردی ہے۔ مخدوم چراغ دہلی سے بھی ملے ہیں۔ اور تبرک لیا ہے۔ ان کی اولاد آجکل بہت معقول جاگیر کی مالک ہے۔ کل ہم کو تبرکات کی زیارت کے لیے بلایا۔ کیا نورانی صورتیں ہیں کہ بس سبحان اللہ۔

شام کو تنہا سیر کو گئے۔ واپس آئے کھانا کھایا۔ باتیں ہوئیں کل کی روانگی کا انتظام بھی ہو گیا۔ خدا کا شکر ہے نیند آئی مگر صاف نہیں۔ مانگرول میں موسم اچھا آب و ہوا اچھی ہمارے لیے ہر قسم کی آسائش اور دلچسپی موجود ہے لیکن صحت خراب ہے۔ وجہ یہ ہے کہ چاول

بکثرت کھائے جاتے ہیں۔ جو ہماری صحت کو سخت مضر ہیں ۔

چہارشنبہ ۲۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء مانگرول نظر باغ

الحمد للہ آج کل کی نسبت طبیعت بحال ہے۔ صبح بیدار ہو کر سیر کو گئے واپس آکر ناشتہ کیا۔ اتنے میں ایک فوٹو گرافر جب علی نامی آیا۔ اسکو بلایا تھا تصویر کے لئے شام کا وقت تجویز ہوا۔ یہ خوجہ ہے۔ یعنی آغا خان کا مرید کئی گھنٹہ دریافت حال آغا خان میں صرف کئے۔ عجب قوت کا پیر ہے۔ نبی فاطمہ دنیا میں کیسی طاقتیں رکھتے ہیں۔ اسی ضمن میں احباب کے اصرار سے ہم نے کچھ اسرار تصوف بیان کئے ۔

دوپہر کو آرام کیا۔ ظہرانہ پڑھا تین بجے جمال شاہ کو ہمراہ لے کر سید محمد شاہ صاحب کے مکان پر گئے۔ تبرکات کی زیارت کرنے سلسلہ میں ایک بچے سے مکان دریافت کیا جب اس نے بتایا تو ہم نے انگلی کے اشارے سے دوبارہ تصدیق چاہی۔ بچہ بگڑا کہ انگلی کا اشارہ نہ کرو۔ شاہ صاحب ضعیف ہو جائیں گے۔ جس کی طرف انگلی سے اشارہ ہو وہ ضعیف ہو جاتا ہے۔ تم جانتے نہیں مکہ میں ایک علم ہے۔ یہاں چودہ علم ہیں وغیرہ بچہ کی عجیب عقیدت آمیز باتیں سنکر ہنستے ہوئے سید صاحب کے مکان پر گئے وہ نہ ملے۔ چلے آئے۔ چار بجے جہانگیر میاں صاحب ملنے تشریف لائے اور آج کی دعوت سے روک لیا۔ ساڑے پانچ بجے اپنے مکان پر بلایا۔ گاڑی تیار تھی۔ سوار ہو کر سیر کو گئے اول حضرت شیخ بہاؤالدین صبوری عرف باؤن صبوری کے مزار پر گئے۔ حضرت شیخ کا آستانہ عجب ہیبت کا مقام ہے چاروں طرف درخت اور درگاہ کے وسط میں جال بچھایا ہوا ہے۔ جس نے منظر اور بھی خوفناک کر دیا ہے۔ مزار کے بائیں پہلو میں ایک ویران شکستہ باؤلی ہے مزار پر ایک چھوٹا برج ہے اندر مزار ہے مگر اس قدر میلی اور کثیف جگہ ہے۔ کہ جی گھبراتا ہے۔ مزار سے واقعی آثار قلندری مترشح پائے گئے۔ دروازہ پر ایک لوح چسپاں ہے۔ جسپر حضرت کے حالات کندہ ہیں۔ جلدی میں پڑھے نہ گئے۔

اسکے علاوہ لوح کے حروف کہیں کہیں سے شکستہ بھی ہیں۔ ۱۳۳۰ھ صاف پڑھے گئے۔
یہاں سے روانہ ہوکر نواب حسین میاں کے مزار پر گئے فاتحہ پڑھ کر حضرت شیخ صدیق کے
مزار پر گئے۔ یہ بھی ایک چھوٹی سی جگہ ہے۔ جہانگیر میاں نے بیان کیا کہ ہمارے بزرگ جب
کسی مہم پر جاتے تھے تو اسی مزار کی زیارت کرکے جایا کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ ان کی برکت
سے ہمیشہ کامیاب کرتا تھا۔ اب بھی سال میں ایکبار رئیس مع فوج یہاں آتا ہے۔ اور
مچھلی روٹی پر نیاز دے کر سب کھاتے ہیں۔ اس مزار کے قریب ایک نہایت قدیم مسجد
پائی گئی۔ جو بڑی خوبصورت ہے۔ مگر شکستہ و برباد۔ محراب پر ایک کتبہ ہے جس کی رسم خط
خلجیوں کے زمانہ کی معلوم ہوئی۔ مگر صاف پڑھا نہیں گیا۔ واپس مکان پر آئے۔ کھانا کھایا
اور احباب سے باتیں ہوتی رہیں۔ سید محمد علی صاحب تشریف لائے۔ ان سے سومنات
کی باتیں ہوئیں۔ بارہ کے قریب آرام کیا +

پنجشنبہ ۳۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء۔ مانگرول۔ نظر باغ

خدا کے فضل سے آج جی بالکل صاف ہے۔ کل سے چاول بند ہیں بے کلی و بیچینی
بھی جاتی رہی۔ صبح بعد از فراغ ناشتہ ماسٹر صاحب سے باتیں کیں۔ دس کے قریب تبرکات
کی زیارت کے لیئے سید محمد صاحب کے مکان پر گئے۔ اتفاق اسوقت کسی زائر کو سید پیارے
صاحب جو سجادہ صاحب کے چچا ہیں زیارت کرا رہے تھے ہمارے جاتے ہی پھر از سر نو زیارت شروع ہوئی

حسب ذیل اشیاء دیکھیں

تاج۔ حضرت مخدوم جہانیان جہاں گشت۔ یہ روئی کا ایک ٹوپ ہے۔ جو استعمال
کی حالت میں کانوں کو ڈھک سکتا ہے۔ ریشمی ابرہ ہے زرین ریشمی ہے مگر بوسیدہ
ہوگیا ہے۔ اسکی نسبت بیان کیا گیا کہ مخدوم جب اسکو پہنتے تھے۔ انکو کوئی نہ دیکھ سکتا
تھا۔ اور وہ سب کو دیکھتے تھے۔

مصلّے۔ حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانی۔ یہ مصلے بھی بہت بوسیدہ ہے

ابرہ کا کپڑا دبیز اور سبز رنگ تھا۔ مگر کھنگی کے سبب کپڑے کی اصل حالت محسوس نہیں ہوتی۔ اس طرز کے کپڑے اب بھی عرب میں بنائے جاتے ہیں اور ہندوستان میں آتے ہیں۔

کمر بند و کنگھا حضرت مولانا ابوالفتح شاہ رکن عالم ملتانی۔ کمر بند سیاہ اونی ہے جسکی بناوٹ خوبصورت ہے۔ اور کنگھا سفیدی مائل لکڑی کا ہے۔ جو موجودہ صنعت ملتانی سے کچھ زیادہ غیر معمولی نہیں ہے۔ دونوں سطح پر ابھرے ہوئے حروف میں درود شریف کندہ ہے۔

عمامہ حضرت مخدوم جہانیان۔ یہ باریک ململ کا سفید عمامہ ہے تمادی ایام سے رنگ میں فرق آگیا ہے۔

وگلا حضرت مخدوم جہانیاں۔ یہ اب تقریباً ختم ہوگیا ہے۔ نیلے استر پر سفید سوت کے تار باقی ہیں وجہ یہ ہے کہ عیدین کے روز صاحب سجادہ اسکو پہنتے ہیں۔ اور ہزاروں آدمی اسکی زیارت کو جمع ہوتے ہیں۔ لوگوں کے ہاتھ لگانے اور چومنے کے سبب یہ اچھا خاصہ پاش پاش ہوگیا ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ آسودگی گناہ کے سبب یہ حالت ہے جیسے حجاج دوکی۔

پاجامہ حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی جسکی میانی نہیں ہے۔ کہا گیا کہ جب حضرت مخدوم سکندر کو مخدوم چراغ دہلی نے یہ یادگار عطا فرمائی تو مخدوم نے ازراہ ادب اسکی میانی نکال کر بطور کرتے کے اسکو پہن لیا۔ لٹھے کا معلوم ہوتا ہے۔ کمر بند سوتی ہے۔ آجکل کی روش کے موافق موریاں کشادہ اور انگریزی طرز کے شرعی پاجامہ جیسی ہیں۔

پیراہن مبارک حضرت رسالتمآب صلعم۔ یہ سینکڑوں ریشمی اور زربفت و کمخواب کے رومالوں میں لپیٹا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ رومالوں کے سبب ایک بڑا بقچہ ہوگیا ہے باریک ململ کا معلوم ہوتا ہے۔ رنگ سپید ہوگا۔ مگر آجکل متغیر ہے۔ یہ حضرت مخدوم جہانیاں کو مدینہ پاک سے عطا ہوا تھا۔ اسکی نسبت نیز اور تبرکات کی نسبت سید صاحب نے عجیب بعید از عقل کرامتیں بیان کیں۔

قرآن شریف۔ حضرت مخدوم سکندر اسی میں تلاوت فرماتے تھے (بھاری کوفی کے قریب خط ہے۔ اس طرز کی تحریر غلجیوں کے عہد میں پائی جاتی تھی۔ اور آخر کا کچھ حصہ ضائع ہو گیا ہے۔ بہت بوسیدہ اوراق ہیں اور جلد بھی شکستہ ہو گئی ہے۔ کاش اس کی مرمت کی جاتی اور بیرونی غلافوں کی بجائے پردستی وحفاظت کو مقدم سمجھا جاتا۔

شجرہ۔ چودہ گز کپڑہ پر آدم سے لیکر اس وقت تک کل نبیوں ولیوں اور سادات کے نسب نامے درج ہیں۔ عجب چیز ہے۔ تمام صوفیہ کے طریقوں کے نسب اور سلسلے جدا جدا ہیں۔ ایک لمبی تاریخ ہے۔ ان تبرکات کے علاوہ ۱۳ نشان دکھائے جو مختلف بزرگوں کے نام کے ساتھ منسوب ہیں اول حضرت رسالتمآب صلعم کا نشان ہے یہ فٹ لمبی ایک چیز ہے جیسے نیلی ڈوری لپٹی ہوئی ہے۔ اور آخری سرے پر سرخ رنگ کے سخت وکرخت بالوں کا گچھا ہے۔ دوسرا حضرت مولے علی رض کا نشان ہے۔ یہ بالکل سیاہ ہے۔ معلوم نہیں کیا چیز ہے۔ جس طرح گینڈے کی کھال پھٹی ہوتی ہے۔ ایسی ہی کوئی چیز ہے ہرن کے سینگ کی قطع پر یہ بالکل نرالی شان کا نشان ہے ۔

اسی طرح حضرت سید احمد کبیر رض حضرت غوث الاعظم رح حضرت بہاؤ الدین ذکریا رض کے اسماء کے نشان ہیں۔ جن پر کہیں آیات وفتح ونصرت ہیں کہیں ائمہ کے نام ہیں۔ کہیں حدیث شریف ہے۔ سب سے آخر ایک پیالہ دکھایا جو سنگ مرمر کا معلوم ہوتا ہے۔ اور جس کا ایک کنارہ ٹوٹا ہوا۔ اور لاکھ سے جڑا ہوا ہے۔ اسکو مخدوم کا کاسہ کہتے ہیں۔ اور لوگ منتیں مان کر اسکو قند سے بھرتے۔ ریاست کا حاکم ہندو ہو یا مسلمان مجبور ہے کہ پہلے اس کاسہ کی بھرنے کی رسم ادا کرے۔ اسکے بعد مسند نشین ہو۔ سید پیارے میاں نے ان تبرکات وآثار کی نسبت عجیب وغریب بعید از عقل باتیں بیان کیں۔ اور دعوی کیا کہ یہ پیالہ رنگ بدلتا رہتا ہے۔ جو وقت ہم نے دیکھا سفیدی مائل تھا۔ ایک شخص نے ہمارے سامنے اسکو قند سے بھرا اور ناریل نذر کیا۔ ہم کو بھی تبرک ملا ۔

صاحب سجادہ کے پاس بچے گاؤں وقف ہیں۔ مگر آجکل ان کی تقسیم میں جھگڑا ہے اور برادری بھی پورا حصہ مانگتی ہے۔ واپس آئے۔ کھانا کھایا۔ آرام کیا۔ شام کو فوٹو گرافر آیا۔ اور ہماری مع جماعت کی تصویر لی گئی۔ نظر باغ کی سیر کی میں امید نہیں کہ فوٹو صاف آیا ہو۔ رات کو رضا میاں نظام میاں قریشی میاں احمد آباد گئے۔ ایک بجے ہم بھی سوگئے۔ آج بفضلہ جی اچھا ہے۔

جمعہ ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء۔ مانگرول نظر باغ

آج ہماری روانگی ہے صبح سے تیاری شروع ہوئی۔ سید محمد علی صاحب تشریف لے آئے۔ یہ نوجوان عربی فارسی۔ انگریزی میں خاصی قابلیت رکھتے ہیں۔ مگر ذرا محدود خیال ہیں۔ ملا مسیح کی رامائن اور ابوالفضل کے مکتوبات دکھانے لائے تھے +

۹ بجے جہانگیر میاں آخری ملاقات کو آئے۔ اسرار تصوف کی بات چیت ہوئی۔ جہانگیر میاں کو ان باتوں سے بے حد دلچسپی ہے۔ آخر مانگرول کو رخصت کیا۔ جیلانی شاہ اور دولت شاہ اور ماسٹر صاحب جہاز تک آئے ٹکٹ لے کر سوار ہوئے۔ ان حضرات کو رخصت کیا آج سمندر میں سخت تلاطم ہے کشتی ڈانوا ڈول ہوئی جاتی ہے۔ جہاز پر پہنچے۔ آرام کی جگہ مل گئی۔ ایک کچھی فقیر نے بڑی خاطر کی۔ ایک بجے بلاول بندر نظر آیا۔ اور دو بجے کنارہ پر قدم رکھا فوراً بگی کرایہ کی گئی۔ اور پٹن سومنات پر دھاوا بولدیا +

راستہ میں اول بھیڑی کا مندر آتا ہے۔ یہ شب جی کا مندر ہے۔ اور آپ کی چھت پر مسجد کا نشان بنا ہوا ہے۔ بیان کیا گیا۔ کہ یہ مندر قائم نہ رہتا تھا۔ بنتا تھا اور گر پڑتا تھا۔ جب اسپر مسجد کا نشان بنایا گیا تو مندر نہ گرا۔ خاص مندر کے کارندے نے کہا کہ کوئی لوگوں نے اس قسم کے نشان بنانے کو مفید بنایا تھا۔ اسلئے بنایا گیا۔ مسجد نہیں ہے بہرحال کچھ حقیقت ضرور ہے جو مندر پر مسجد بنائی گئی ہے۔ اس مندر سے تھوڑی دور آگے چلکر ایک عمارت نظر آئی جس کا ابتدائی حصہ نیا اور زیر تعمیر تھا۔ رنگین پھاٹک سے اندر داخل ہوئے دائیں طرف پرانی طرز کی قبریں نظر آئیں اور آگے بڑھے تو ایک دالان ملا۔ جس کے ابتدائی

گوشہ میں قبر ہے۔ یہ اُونہ کے رئیس عبداللہ خان بن یلنجان کی ہے۔ غالباً والان انہی کا تعمیر کردہ ہوگا۔ اس والان کو ختم کرکے دروازہ آتا ہے جس کی رنگین جوڑی کواڑ کھول کر اندر داخل ہوئے یہ پرانی طرز کی عمارت ہے۔ پست چھت ہندوانی روش کے ستونوں پر قائم ہے یہاں بھی بائیں رخ ایک قبر ہے جو کسی خادم کی بیان کی گئی۔ دائیں طرف دروازہ روضہ کے قریب سنگ مرمر کی ایک لوح ڈیڑھ گز طویل دیوار میں چسپاں ہے۔ اس لوح کے کنارہ کی عبارت بالکل ضائع ہوگئی ہے۔ مجاور نے کہا کہ ہندوؤں نے اپنی حکومت اور غلبہ کے زمانہ میں اسکو خراب کر دیا۔ لوح کے سرے پر ایک ہانڈی کی تصویر ہے۔ جو محراب میں آویزاں ہے۔ یہ مسجد کی علامت ہے۔ اسکے گرد خط کوفی میں کچھ لکھا ہے۔ اور عجیب صنعت سے عربی خط کی بیل بنائی ہے۔ اسکے نیچے عربی خط کے لاجواب خوشنما طغرے ہیں۔ جو گلدستہ معلوم ہوتے ہیں۔ اسکے بعد کلمہ ہے۔ جو قدیمی خط میں ہے۔ کلمہ کے نیچے کی عبارت صاف پڑھی نہیں جاتی ہے۔ ترکی رسم خط میں ہے۔ حسن۔ محمد علی العراقی۔ غرہ ربیع الآخر ۸۸۷ھ سبع وتسعین وستمائہ کہیں کہیں سے لفظ سمجھ میں آئے۔ معلوم نہیں ہوکہ یہ کہاں کی لوح ہے مجاور نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی کا اندر مزار ہے۔ اور انہیں کی لوح ہے مگر حضرت خرقانی کا یہاں تشریف لانا ثابت نہیں ہوتا۔ محمود غزنوی کو تبرکات دینے تاریخ سے ثابت ہیں۔ بہرحال یہ درگاہ منگلوری شاہ کی مشہور ہے۔ یہ جو حملہ محمود سے پہلے تشریف لائے تھے۔ مانگرول میں مندر کی مسجد آپ ہی کی سعی سے بنی۔ اور آپ ہی کے اشارہ سے محمود سومنات پر آیا۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ سومنات کا راجہ جب تک ایک مسلمان کو بت کے سامنے قربان نہ کر لیتا تھا۔ مسواک نہ کرتا تھا۔ اسلیئے مسلمانوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر لایا جاتا تھا۔ اُن دنوں کچھ مسلمان تجارت کے لئے ان علاقوں میں آئے تھے۔ پُری نامی ایک بڑھیا مسلمان تین کا جوان بیٹا بھی ہندوؤں نے بت پر قربان کر دیا۔ غریب بڑھیا لڑکے کے غم میں حضرت منگلوری شاہ کے پاس فریاد لے کر گئی۔ حضرت کے ہندو بھی معتقد تھے۔ اور مسلمان بھی۔

بڑہیا کی مظلومیت سے حضرت کو بہت تاسف ہوا۔ اور آپ نے ایک خط محمود کو لکھا جس میں سومنات کے مظالم کے علاوہ تمام راستوں اور جنگی تغیب و فراز کی اطلاع محمود کو دی۔ بڑہیا خط لیکر غزنی پہنچی۔ اور محمود کو سیع لشکر لے کر آئی۔ اس عرصہ میں حضرت شاہ صاحب انتقال فرما گئے تھے۔

الغرض یہ لوح دیکھکر روضہ میں داخل ہوئے۔ روضہ کی عمارت بھی پست چار ستونوں پر قائم ہے۔ مزار پر اسرار دلچسپ ہے۔ حضرت کا عرس شب رات کی پہلی کو ہوتا ہے پچاس گھر مجاوروں کے ہیں۔ یہاں کوئی جاگیر نہیں ہے۔ عرس کے لیے ایک خفیف رقم جو ناگڈھ سے ملتی ہے۔ مجاور نہایت خلیق اور متواضع ہیں۔ شیخ محمد فاضل مجاور اسوقت موجود تھے بہت اخلاق ظاہر کیا۔ اس خانقاہ سے باہر نکلے۔ جنوب میں ایک چھوٹا گنبد نظر آیا۔ جو ۱۲ ستون پر قائم ہے۔ برج میں ہندوانی طرز کی عجیب و غریب صنعت ہے۔ ہزاروں بت بنے ہوئے ہیں۔ وسط میں مائی پری کا مزار ہے۔ جو محمود کے حملہ کے باعث ہوئی تھیں اور جن کا ذکر اوپر آیا ہے۔ آگے بڑھے تو ایک وسیع میدان میں قبرستان نظر آیا۔ سب قبریں ایک خاص طرز کی ہیں۔ سنگ خارا کا ایک چبوترا بناتے ہیں۔ اسکے اوپر دوسرا پہلے سے چھوٹا۔ اسی طرح پانچ چھے تک بناتے ہیں اور عرض طول گھٹاتے جاتے ہیں۔ انہی قبروں میں ایک چار دیواری پر جھنڈا قائم ہے۔ معلوم ہوا اسمیں جعفر مظفر کی قبریں ہیں جن کے نام پر لڑائی فتح ہوئی تھی۔ چار دیواری کے اندر گئے۔ دو قبریں ہیں شمالی پہلو کی دیوار میں کتبہ لگا ہوا ہے۔ لیکن حروف اس قدر کمزور و خراب ہوگئے ہیں کہ صاف پڑھے نہیں جاتے بسم اللہ کے بعد بنائے مسجد کی حدیث ہے اسکے بعد سوائے جعفر۔ محمود۔ جعفر کے اور کچھ پڑھا نہیں جاتا۔ اس چار دیواری کے چبوترہ پر کھڑے ہو کر نظر دوڑائی۔ میلوں تک قبرستان معلوم ہوتا ہے۔ کھوڑوں کی قبروں پر گھوڑے کا چہرہ بنا دیا گیا ہے۔ گردن تک یہ سیر کرتے ہوئے قلعہ پٹن کے دروازے پر پہنچے۔ یہاں اگر دل پر ایک خاص تاثیر طاری ہوئی۔

دروازہ سے دائیں طرف سید ابو مسعود نامی بزرگ کا گنبد ہے۔ اور بیس دروازہ کے پھاٹک کے بائیں پہلو میں ان بہادروں کی قبریں ہیں۔ جو پہلے حملہ میں کٹ کر گر پڑے۔ ان قبروں کے بائیں پہلو میں زیر دیوار تنگ و تاریک باؤلی ہے جس میں پانی موجود ہے۔ یہ قبریں سنگ و پتھر کی ہیں۔ اور ان کے سرہانے قلعہ کی دیوار میں دو کتبہ چسپاں ہیں۔ ایک زرد رنگ کے پتھر پر جس کے سرے پر محراب و کھجور اسلامی نشان ہے۔ اور نیچے سنسکرت میں عبارت ہے۔ اس کتبہ کے پہلو میں ایک سنگ مرمر کا کتبہ ہے جس کی عبارت کمزور حروف اور ترکی رسم الخط کے سبب سوائے بسم اللہ اور آیت لا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ کچھ پڑھا نہیں گیا۔ دروازہ میں داخل ہوئے۔ تو ذرا مڑ کر ایک اور پھاٹک نظر آیا۔ جو پہلے دروازہ سے زیادہ خاندانی مضبوط ہے اس دروازے کے بائیں رخ ایک کتبہ زرد پتھر پر لگا ہوا ہے۔ مگر وہ بھی پڑھا نہیں جاتا۔ قطب الدین والدین ابو المظفر محمد۔ پڑھا گیا۔ دروازہ کے اندرون حصہ میں نہایت عمدہ گلکاری پتھروں میں کی گئی ہے۔ ذرا آگے بڑھ کر۔ دائیں طرف دیوار میں دو کتبے سیاہ پتھروں پر سنسکرت میں لکھے ہوئے ہیں۔ یہ سب دیکھ کر ہماری گھبی آگے بڑھی اور نہایت تنگ بازاروں میں سے گزرتے ہوئے اصلی مندر تک پہنچے۔ راستہ میں جگہ جگہ خانگی مکانات اور دکانوں میں قدیمی صنعت کے پتھر لگے ہوئے نظر آئے۔ اور بعض جگہ یوں ہی بیکار پڑے دیکھے گئے۔ یہ شہر جسکو آج کل پٹن کہتے ہیں بالکل ہندوؤں کے پرانے شہروں کی قطع پر بنا ہوا ہے۔ تنگ و تاریک متعفن +

الغرض مندر میں داخل ہوئے۔ پرانے زمانہ کا ایک شکستہ حال مکان دیکھ کر جی بھر آیا سامنے دروازہ پر دو سیاہ کتے بیٹھے دھیمی آواز سے نوحہ خوانی کر رہے تھے۔ مندر ایک جدید گول احاطہ میں واقع ہے۔ اندر داخل ہوئے۔ تو جگہ جگہ بیلوں۔ شیروں اور گھوڑوں کے شکستہ بت پڑے نظر آئے۔ دروازہ کے شروع میں دو رخی صفیں ہیں گی۔ مگر اب صرف آثار ہیں۔ دروازہ پر نے چار قدم چوڑا ہے۔ آگے بڑھ کر ہم ستون دائیں طرف میں اور

۳ بائیں جانب۔ پھر ایک چوک ہے۔ اسی طرح تین تاریخ پر تین دروازہ ہیں۔ اور چھ چھ ستونوں ہیں اس حساب سے درمیان چوک ہشت پہل ہوگیا ہے۔ وسط چوک میں ایک گول پتھر رکھا ہے جسکے عمودی طرز سے پانچ طبقہ ہیں۔ اور پانچوں منقش ہیں۔ اس چوک کے اوپر برج ہوگا۔ مگر اب کھلا ہوا ہے۔ جگہ جگہ شکستہ مورتوں اور پاکیزہ نقش و نگار کے نشان ہیں۔ اس چوک سے آگے بڑھکر ایک اور چھوٹا سا چوک ہے۔ جس میں چمکدار سنگ سیاہ کا فرش ہے۔ اس چوک کو ختم کرکے سنگ سیاہ کی بیضئی سیڑھی آتی ہے۔ اسکے بعد دو زینہ چڑھکر اس حجرہ میں جاتے ہیں جہاں سومنات کی اصل مورت رکھی ہوگی۔ اندر اترنے میں تین زینے آتے ہیں۔

یہ حجرہ آٹھ قدم مربع ہے۔ سامنے یعنے بت کی پشت پر دیوار میں دو طاق بنے ہوئے ہیں۔ اور ابتدائی حصہ کی دیوار میں ایک ایک ان طاقوں پر نہایت خوبصورت نقش اور بت تھے۔ اب ٹوٹے ہوئے ہیں اس حجرہ کا برج قائم ہے۔ صرف ذرا سا سوراخ ہوگیا ہے وسط برج میں ایک مچان بنا ہوا ہے۔ جو کہیں کہیں سے گر گیا ہے۔ حجرہ کی دیوار پر وہ گرگئی ہوگی جسکو معمولی طور پر چن دیا گیا ہے۔ اب اندرونی فرش صرف نرم اور گیلی خاک کا ہے برج کے کسی دراز سے ابابیل کے بولنے کی آواز آرہی ہے۔ جس سے دل میں چوٹ لگتی ہے ہم وسط حجرہ میں خاک پر عین اس جگہ جہاں مورت ہوگی۔ بیٹھ گئے۔ اول شیخ عبدالقادر کو خط لکھا۔ پھر مولوی سعید احمد۔ پیر زادہ لطیف الدین میاں محمود کو فرداً فرداً لکھے (جو کچھ ان خطوں میں لکھا۔ نہیں معلوم کیا لکھا۔ خاندان کفر لکھا یا وہ لکھا جو لکھنا زیب نہ تھا مگر کیا کریں جذبات باطن سے مجبور تھے۔ کاش کوئی ہمراز پاس ہوتا تو اسکے سامنے بڑ لگا کر جی ٹھنڈا کرتے۔ کوئی نہیں جو قلب کے اضطراب میں موجب تسکین ہوتا۔ چار خط لکھے اور خبر نہیں کیا کیا لکھدیا۔ یہ بڑی جگہ تھی۔ ہندوستانی میں لاثانی۔ تاریخ کا بہت بڑا ورق۔ یہ سامنے چوکھٹ وہ چوکھٹ ہے جس پر کروڑوں سر اور ہزاروں نامور قدم رکھے گئے ہونگے۔ سمندر کا بیرونی طول چالیس قدم کے فاصلہ سے ایک اور سمندری ہے جو سجدہ معلوم ہوتا

چاروں طرف ٹیلے نظر آتے ہیں۔ ان کے نیچے عمارتیں ہونگی۔ سمندر کی موجیں سمندر کی دیوار کے قدموں میں اٹھتی ہوئی بڑا مزا دیتی ہیں۔ یہ سب کچھ دیکھ کر واپس بلاول آئے۔ مدرسہ میں قیام کیا۔

شنبہ ۵۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء۔ بلاول بندر کاٹھیاواڑ

آج سیٹھ عبدالحبیب اور مولوی ظہور الحق کے اصرار سے قیام ہوگیا۔ صبح ناشتہ کے بعد سیٹھ اپنے ہمراہ قصبہ میں لے گئے۔ اور تمام مکانات دکھاتے ہوئے اپنی دکان پر لائے ان کے بڑے لڑکے احمد سے ملاقات ہوئی۔ جو چالیس سال کی عمر کے اور نہایت ہوشیار آدمی نظر آتے ہیں۔ چھوٹے لڑکے محمد یوسف بھی ملے۔ چار قہوہ کی مدارات حاصل کر کے مدرسہ میں واپس آئے۔ خطوط لکھے۔ بوستان دیکھتے رہے۔ غسل کیا۔ اور شام کو مولوی صاحب کے ہمراہ بندر پر گئے۔ واپس آکر نماز مغرب ادا کی۔ مولوی صاحب نہایت خوش الحان ہیں عجب دلچسپ قرأت سے نماز ہوئی۔ بعد از نماز سیٹھ مع دونوں لڑکوں کے ملنے آئے۔ کھانا سب نے ساتھ کھایا۔ دس بجے آخری رخصت لی۔ اور سو گئے۔ جگہ ہوادار۔ مکان اور بستر عمدہ۔ خوب نیند آئی اور صبح کو جب مولوی صاحب نے آواز دی تو آنکھ کھلی۔

یکشنبہ ۶۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء جوناگڈھ مدار وٹھہ

وقت کم رہ گیا تھا۔ جلدی سامان درست کیا۔ سیٹھ نے ناشتہ بھیجدیا تھا وہ لیکر سب کو آخری سلام کیا اور گاڑی میں سوار ہوکر ریل پر آئے۔ گاڑی تیار کھڑی تھی۔ ٹکٹ لیکر سوار ہوگئے۔ ۷ بجکر ۲۰ منٹ پر گاڑی چلی اور سوا گیارہ بجے جوناگڈھ پہنچ گئے۔ گاڑی میں سوار ہوکر منشی مختار احمد صاحب تھانوی میر منشی فارسی نواب صاحب کے مکان پر آئے منشی صاحب نہایت اخلاق اور تپاک سے ملے خاکسار ان کے چھوٹے صاحبزادے ارشاد احمد جو پیسہ اخبار میں مضمون لکھا کرتے ہیں۔ بڑے ہونہار متین و مہذب لڑکے ہیں۔ ان سے بڑے اور ایک لڑکے سجاد حسین ہیں جن کے دماغ میں خلل ہے۔ ان سب حضرات سے ملاقات کر کے کچھ دیر آرام

کیا۔ دو بجے کھانا کھایا۔ اور اخبار پڑھتے رہے۔ شام کو چار بجے سیر کے لئے نکلے۔ اول لائبریری میں گئے۔ عمارت تو بڑی ہے مگر کتابیں کم۔ صرف چار الماریاں ہیں جن میں اکثر انگریزی گجراتی ہیں اسی کے پہلو میں میوزم ہے۔ جہاں دس پانچ چیزیں جو ناگڈھ ہی رکھی ہیں اور بس۔ کیا ریاست کی شان ظاہر کی ہے۔ یہاں سے چلے تو راستہ میں ایک باؤلی دیکھی جسکو برہم کنڈ کہتے ہیں۔ اسکا پانی اس قدر صاف ہے کہ چار پانچ گز نیچے کا آدمی پانی کے اندر بالکل صاف معلوم ہوتا ہے۔ اسکو دیکھکر بھاؤالدین کالج کی عمارت دیکھی۔ کالج تو آجکل بند ہے۔ مگر عمارت کی سیر ہوگئی۔ خاصی عمارت ہے۔ درمیانی ہال اسٹریچی ہال کے ہم پلہ ہے۔ یہاں سے باغ میں گئے راستہ میں مدنی باغ آیا۔ مگر اسکو نہیں دیکھا۔ اس باغ میں گئے جہاں شیر ہیں۔ اندر داخل ہوتے ہی دو جوڑیاں پہلوانوں کی نظر آئیں۔ جو کشتی میں مصروف ہیں۔ یہ مٹی کے بت اچھے بنائے ہیں۔ اور وہ شیر دیکھے۔ یہ بھی مٹی کے ہوں گے یا پتھر کے۔ اندر گئے چند سیاہ و دراز ریش بندروں کو دیکھکر شیروں کے کمروں کی طرف گئے۔ ایسے شیر ہم نے آجتک نہیں دیکھے۔ جسل ببر۔ خاکی رنگ۔ چہرہ اس قدر ڈبل کہ خوف آتا ہے۔ نہایت طول طویل۔ گردن پر سیاہی مائل بال ہیں یہ پانچ چھ جوڑے ہیں۔ ان کو دیکھکر واپس آئے باغ کی پرانی مسجد میں نماز پڑھی۔ پھر ریلوے سٹیشن پر آئے۔ اسکے قریب باغیچہ ہے اسمیں مغرب پڑھی۔ بہادر خان صاحب نواب مرحوم کا مقبرہ دیکھا نہایت خوبصورت اور بالکل نئی وضع کا مقبرہ ہے اور اندرونی شان و شوکت ایسی کہ بزرگ کا مزار معلوم ہوتا ہے چاندی کا کٹہرا ہے۔ وہ قبر تین ہیں ایک پرانے نواب صاحب ہیں۔ اسکے سامنے مکانات ہیں جہاں بیرونی ملازمین رہتے ہیں۔ مولوی محمد جمیل سابق مدرس مدرسہ فتح پوری۔ حال ملازم نواب صاحب جو ناگڈھ یہیں رہتے ہیں ملاقات ہوئی۔ ایک اور مولوی صاحب جو بنارس کے علاقہ کے رہنے والے ہیں۔ یہیں پر منشی غلام محمد صاحب کے مکان پر گئے جنکا بہت مشہور تھا کہ بہت بڑے مورخ ہیں۔ مگر ملاقات نہ ہوئی۔ کل صبح ملیں گے۔ مکان پر آئے۔ کھانا کھایا۔ منشی صاحب سے مختلف مسائل پر گفتگو کی

بچارے گو عالم فاضل ہیں مگر حد درجہ محدود خیال ہیں۔ وہ تشریف لے گئے تو ہم اور میاں ارشاد میں باتیں شروع ہوئیں۔ بھولا لڑکا ہے۔ دیر تک دلچسپ باتیں رہیں۔

آخر ان کو بھی رخصت کیا اور ہم سو گئے۔ تھکے ہوئے تھے خوب نیند آئی۔

جوناگڈھ خاصا شہر ہے۔ عمارتیں تو بہت اچھی اور کثرت سے مگر آدمی کم اس لیے اجاڑ اور ویران نظر آتا ہے۔

دوشنبہ، اکتوبر ۱۹۰۷ء جوناگڈھ مدار دھڑ

آج صبح ماسٹر علی محمد صاحب کے ہمراہ سیر کو گئے۔ اول گاڑی خانہ دیکھا۔ ایک گاڑی سنہری روپہلی ہے۔ باقی دوسری طرز کی۔ مگر سب فرسٹ کلاس یہ دیکھ کر مہابت اسکول دیکھا۔ ماسٹر صاحب اسی اسکول میں پڑھاتے ہیں۔

اسکول کی عمارت معقول ہے جامع مسجد سامنے تھی۔ گئے۔ واہ۔ واہ بالکل زالی طرز کی خوشنما و خوبصورت مسجد ہے۔ اسکو دیکھ کر بہادر خان صاحب کا مقبرہ دوبارہ دیکھا مزار کے دائیں رخ کچھ زریں اور ریشمی کپڑے آویزاں ہیں۔ جن پر ترکی حکومت کی تعریف اور عربی طغرے لکھے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر باہر آئے۔ پہلو میں بہاؤ الدین میاں سابق وزیر جوناگڈھ کا مقبرہ ہے۔ یہ وزیر صاحب نے اپنی حیات میں تعمیر کرالیا ہے۔ اب تک خالی چوکا قبر کی جگہ لگا ہوا ہے۔ اچھا مقبرہ ہے۔ گرد کے چار مینار نہایت خوشنما معلوم ہوتے ہیں اور ان کے زینے زالی طرز کے ہیں۔ یہاں سے ماسٹر صاحب کے ہمراہ ہاشم بھائی افسر جیلخانہ کے پاس گئے۔ ان کے لڑکے شجاعت خاں ملے۔ جو ماسٹر صاحب سے پڑھتے ہیں۔ اور آجکل علی گڈھ کالج میں داخل ہیں۔ سولہ برس کی عمر کا ہونہار بچہ ہے بہت ادب سے ملا۔ اوسکو ہمراہ لے کر جیلخانہ دیکھنے گئے۔ جیل خانہ کیا ہے۔ راحت خانہ یا صحت خانہ ہے ہر قیدی شاداں فرحاں اور اس قدر توانا کہ پہلوان معلوم ہوتا ہے ریاست نہایت عمدہ سلوک کرتی ہے۔ ہر چیز کو اور ہر قیدی کو خوب غور سے دیکھا

اور عزیز شجاعت خان سے قید ہی کی پر اسرار باتیں کیں۔ ہندو اور مسلمان قیدی جوق جوق جمع ہو گئے اور ہماری باتیں سننے لگے۔ وہ جیل کی قید سے آزادی پسند کرتے ہیں۔ ہم نے کہا کیا اصل قید سے رہائی کا بھی ارمان کرتے ہو۔ ان باتوں سے ان کو بہت دلچسپی ہوئی خصوصاً شجاعت خان توجہ سے سنتا رہا۔

آخر میں ہم کو ایک سرنگ میں لے گئے۔ جو تقریباً تیس چالیس قدم لمبی ہو گی سرنگ میں سے اوپر مینار کا رستہ ہے۔ یہ مینار پانی کے نلوں کے لئے بنایا گیا تھا۔ اسکے اوپر سے تمام شہر سامنے نظر آتا ہے۔ سب مقامات کی سیر کر کے باہر چلے راستہ میں ایک چھوٹا سا برج نظر آیا۔ یہ بلیک ہول ہے۔ جو قیدی زیادہ سرکش اور شریر ہوتے ہیں انہیں بند کر دیئے جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے لئے۔ ورنہ مرجائیں۔ تھوڑی دیر بھی ان کے لئے ایک قیامت ہوتی ہے۔ کیونکہ انہیں ہوا کا صرف ایک سوراخ ہوتا ہے۔ باقی بالکل قبر کا نمونہ ہے۔ ہم اس سزا کو وحشت سے خالی نہیں سمجھتے +

باہر آئے۔ ماسٹر صاحب کو رخصت کیا۔ مکان پر آکر کھانا کھایا۔ کچھ آرام کیا۔ پانچ بجے ہم ارشاد احمد صاحب ان کے بھائی سجاد احمد پرانہ قلعہ دیکھنے گئے۔ یہ بہت پرانا قلعہ ہے اسی کے سبب جوناگڈھ مشہور ہے۔ جوناگجراتی میں پرانے میں کہتے ہیں۔ اول ایک نہایت عالیشان پھاٹک نظر آیا۔ اندر داخل ہوئے تو دائیں رخ دیوار کی جھوت میں ہندوؤں کا مندر ہے۔ اسکے بعد گنیش کا مندر۔ اسکے برابر مسجد۔ عجیب یکجہتی نظر آئی۔ پھاٹک ہندوانی طرز کا ہے۔ اول وہ مقام دیکھا جہاں پانی کے نلوں کا ذخیرہ ہے۔ اسکے بعد توپ دیکھی جو کسی مصری کی ساخت ہے اور تقریباً ۱۰ گز طویل ہے۔ دو توپیں اور بھی اسی صورت کی دیکھی گئیں۔ جن پر مصری مارک کی عبارت ہے۔ قلعہ کے کل مقامات گہری خوفناک بادلیاں خندق۔ کھوئیں۔ پتھر کی کان۔ اور وہ مقام جہاں مجرم قتل کیا جاتا تھا۔ خوب تفصیل سے دیکھا ان سب کے بعد نہایت عالیشان خوبصورت مسجد دیکھی جو دہلی کی کلاں مسجد کی طرز کی ہے۔ مگر

سنگین منحوسنائی نہایت اعلیٰ ہے بے آباد ویران خراب حالت میں پڑی ہے۔ ریاست کو کچھ توجہ نہیں۔ شام کو واپس آئے۔ سیدواڑہ کی مسجد میں نماز پڑھی وہاں مولوی فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی کے خلیفہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ جو تیرہ برس سے ایک ہی مقام پہ بیٹھے ہیں۔ پچاس کے قریب عمر ہے اور اچھے آدمی ہیں۔ وکیل لڑکے کی خدمت میں ہیں مکان پر آئے۔ کھانا کھایا۔ ماسٹر علی محمد صاحب آگئے ان کے ہمراہ بازار گئے راستہ میں کریم بخش پہلوان مل گیا۔ یعنی کریم پہلوٹے والہ۔ بہت محبت و اخلاق سے ملا۔ آج پیام آیا تھا کہ بھاؤالدین میاں صاحب سابق وزیر سے ملاقات کریں۔ مگر عدیم الفرصتی کے سبب انکار کیا۔ چلنے کی تیاری ہوئی۔ اسباب درست کیا۔ کھانا کھایا اور سوگئے۔ آج طبیعت اچھی ہے مگر گرمی کے سبب ذرا پریشانی ہے۔

شنبہ ۸۔ اکتوبر ۱۹ء جوناگڑھ مدار اوٹھ

آج چار بجے بیدار ہوئے۔ سامان درست کیا۔ گاڑی آگئی۔ منشی ممتاز احمد صاحب رخصت ہوکر میاں سجاد احمد اور ولی میاں کو ہمراہ لیکر ریل پر آئے احمد آباد کا ٹکٹ لیا۔ اور مجھ بیٹے روانہ ہوگئے۔ راستہ میں ٹونک کے ایک حکیم صاحب کا ساتھ ہوگیا خوب آرام و دلچسپی رہی یا ۱۰ بجے دھولہ جنکشن پر گاڑی بدلی۔ شام کے قریب بیرم گاؤں پر گاڑی بدلی۔ وہاں نظام میاں اور قریشی مل گئے۔ یہ بھی احمد آباد چلتے ہیں۔

وہیں سے بابو شرف الدین صاحب احمد آبادی گاڈریلے جو کہ ہمارے گھوڑے سے بیرم گاؤں تک گاڑی لاتے لیجاتے ہیں۔ مل گئے۔ ادھیڑ آدمی ہیں۔ فقیر دوست اور شعر سے ہوشیار معلوم ہوتے ہیں۔ بعد مغرب ریل چلی۔ یکایک رمضان المبارک کا چاند نظر آیا۔ خدا مبارک کرے ۹ بجے احمد آباد پہنچے رضا میاں موجود تھے۔ اسی گاڑی میں محمد علیخان صاحب آکسن بمبئی جاتے ہیں۔ ملاقات ہوئی۔ اور باتیں ہوئیں۔ نواب محسن الملک کے شالی ہیں۔ ان سے مرخص ہوکر باہر آئے۔ رضا میاں کے چھوٹے بھائی ملے۔ یہ ہمارے

عقدار شاہ سے بڑے ہیں۔ ان کا نام روح الحق ہے۔ مکان پر آئے۔ فصیح الحق عقدار شاہ ملے۔ کھانا کھایا۔ اور کچھ دیر نا قابل بیان اسرار کا ہجوم رہا۔ سو گئے۔ اور خوب نیند آئی

چہارشنبہ ۹۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء۔ یکم رمضان المبارک۔ احمد آباد۔ پانچ بجے۔

سفر کے سبب روزہ نہیں رکھا۔ اسلیئے اول ناشتہ کیا۔ اور فرید میاں صاحب سے ملنے شاہپور گئے۔ ملاقات ہوئی۔ ہم نے اپنا حال و پتہ ظاہر نہ کیا۔ اور علی گڈھ کالج و فرقہ نیچریہ کی بدگوئی شروع کردی۔ شاہ صاحب نے انکی حمایت کی۔ اس طرح خوب دلچسپ مگر سخت مکالمہ ہوتا رہا۔ شاہ صاحب کی حمایت میں ایک صوفی پوری مولوی صاحب بھی بولتے رہے الغرض دو گھنٹہ کامل بحث مباحثہ کے بعد راز کھلا اور رضا شاہ کے سبب ہم ظاہر ہو گئے۔ شاہ صاحب کے اندرونی خیالات کا خوب اندازہ ہو گیا۔ پھر تو خوب اخلاق کی باتیں ہوتی رہیں۔ گیارہ کے قریب ہم واپس آئے اور جیلانی شاہ کے بھائی صاحب سے ملاقات کی عجب فرشتہ خصلت بزرگ ہیں۔ یہاں سے مکان پر آئے۔ کھانا کھایا۔ جمال شاہ کے بھائی ملنے آئے کمال شاہ خطاب دیا گیا۔ آدمی وجیہ و خوبصورت ہیں گھڑی سازی کی دکان ہے۔ کچھ دیر آرام کیا۔ بیدار ہوئے۔ رضا شاہ اور قریشی میاں کے ہمراہ موضع آسارہ وا میں گئے۔ جو احمد آباد سے ڈیڑھ میل فاصلہ پر ہے۔ یہاں دائی ہری کی باولی دیکھی۔ سات طبقہ کی نہایت خوبصورت سنگینی پختہ باولی ہے +

کتبے عربی میں بھی ہیں۔ اور سنسکرت میں بھی ۹۲۶ھ اور سلطان محمود بن محمد شاہ کا عہد۔ اسکو دیکھ کر سٹیشن آسارہ وا سے ریل میں سوار ہو کر احمد آباد آئے۔ اسٹیشن پر قدیمی مینار دیکھے۔ ہوٹل میں پانی پیا نئے مارکیٹ میں اخبار پولیٹیکل بہومیو کے دفتر میں گئے۔ نظام خاں ملے۔ یہ ایڈیٹر نور خان کے لڑکے ہیں۔ لائق جوان معلوم ہوتے ہیں کچھ دیر بیٹھے واپس آئے۔ کھانا کھایا۔ بات چیت رہی +

قریشی میاں کو **پیر یمنی شاہ** کا خطاب دیا۔ یہ بالکل آسمانی اور غیبی لقب ہے۔

خدا ان کو اپنے پریم سے بہرہ ور فرمائے۔ بارہ کے قریب سو گئے۔ خوب عمدہ نیند آئی۔ مگر صبح چار بجے سے فقیروں کا وہ تانتا لگا کہ خدا کی پناہ۔ یہ سینکڑوں لگاتار آتے ہیں۔ گاتے۔ پڑھتے۔ غل مچاتے اور خیرات پاتے ہیں۔ نیند اچٹ گئی۔ پھر نہ آئی۔ جی بھاری ہے +

پنجشنبہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۳ء احمد آباد۔ پانچ پٹی

نماز سے فارغ ہو کر ناشتہ کیا۔ دس سے پہلے فضل حسین قطبی البخاری بلانے آئے۔ چنانچہ ہم۔ رضا شاہ۔ پری شاہ۔ روانہ ہوئے۔ راستہ میں جناب سید غیاث الدین احمد صاحب قادری سجادہ نشین حضرت شاہ عبدالوہاب صاحب بغدادی مل گئے۔ یہ بزرگ ہمارے جیلان کے شاہ بھائی ہیں۔ آدمی پرانی وضع کے ہیں۔ عقلمند۔ ہوشیار۔ قدیم وجدید تعلیم یافتہ مزاج میں قدیمی وضعداری زیادہ ہے۔ الغرض سب لوگ سابرمتی ندی کے پل سے گزر کر ایلس برج اسٹیشن پر گئے اور ٹکٹ لیکر سرخیز (موضع سرکھیج) پہنچے یہاں کچھ زیارتیں کرنی ہیں۔ اول زیارت حضرت بابا علی شیر کی ملی۔ ان کے مزار کا گنبد بالکل حضرت خواجہ بزرگ اجمیری کی طرز کا ہے۔ اندر گئے۔ حوض و مسجد نو تعمیر نظر آئی۔ وضو کیا۔ اسکے بعد کچھ دیر دم لیا۔ سید غیاث الدین صاحب نے حامد میاں صاحب قریشی کی ملاقات کا تذکرہ سنایا۔ اسکے بعد زیارت کی۔ روضہ خاصا وسیع ہے۔ جنوبی سہری میں حضرت بابا علی شیر کا مزار ہے یہ مجذوب بزرگ تھے۔ ان کی برابر ان کے طوطے کی قبر ہے۔ جس پر سبز غلاف چڑھا ہوا ہے روضہ کے باہر ایک سانپ کی قبر ہے۔ جو غالباً بابا کا پالتو ہوگا۔ اس درگاہ میں اب تک ایک وحشت کا اثر ہے۔ رات کو یہاں کوئی آدمی نہیں رہ سکتا ہیبت آتی ہے۔ یہاں سے چلے تو حضرت شیخ احمد کھٹو کے مزار پر گئے۔ یہ نہایت عالیشان درگاہ ہے۔ اول ایک پختہ سنگین خوشنما حوض ملتا ہے۔ جس میں پانی خوب بھرا ہوا ہے۔ اسکے پہلو میں شاہان گجرات کے شکستہ محل نظر آتے ہیں۔ آگے بڑھ کر عاطہ درگاہ میں داخل ہوئے۔ بڑا وسیع صحن ہے۔ اول نماز ظہر ادا کی۔ مسجد ہندوستان بھر میں لاثانی ہے۔ کیونکہ بالکل مسجد نبوی۔ مدینہ منورہ کی شکل پر بنائی

گئی ہے۔ کچھ فرق نہیں ہے۔ اس صورت کو دیکھکر مدینہ یاد آگیا اور دیر تک جی بے چین رہا۔ ممبر نہایت عالیشان ہے۔ اور ممبر کے سامنے صف اول میں چار گز مربع سنگ مرمر کا چبوترہ بنا ہوا ہے۔ خبر نہیں یہ کیوں بنایا گیا ہے۔ شائد قاضی یا شیخ المشائخ یہاں نماز ادا کرتے ہوں۔ بادشاہ کے واسطے مسجد کے داہنی رخ جگہ بنی ہوئی ہے جو ہر طرح محفوظ ہے۔ نیچے عورتوں کے لیئے اور اوپر بادشاہ اور ان کے باڈی گارڈ کے لیئے۔ افسوس آج نہ بادشاہ ہے نہ وہ شان و شوکت کی نماز۔ ہم دس پانچ آدمیوں کی جماعت مسجد میں معلوم بھی نہ ہوئی نماز سے فارغ ہوکر حضرت شیخ احمد کے مزار پر گئے عجب عظیم الشان عمارت ہے۔ چاروں طرف پیتلی جالیاں لگی ہوئی ہیں مگر سب الگ الگ وضع کی اور اس قدر خوبصورت اونفیس کہ سبحان اللہ عقل حیران ہوتی ہے۔

روضہ کے دروازہ پر حسب ذیل کتبہ لگا ہوا ہے۔

بحر کف احمدی چو دُر ریز شود — دامانِ امید گنج پر ویز شود
ابر بجز سجود درگہش نیست عجب — گر روئے زمین تمام سرخیز شود

حضرت شیخ احمد کھٹو برہمن زادے تھے مسلمان ہوکر یہ رتبہ پایا کہ شاہان گجرات کے پیر مرشد بنے۔ چشتیہ سلسلہ سے تعلق تھا۔ ابتدائی دروازہ میں داخل ہوکر ایک غلام گردش ملتی ہے۔ اس کے بعد ایک اور دروازہ آتا ہے۔ اندر روضہ بہت وسیع ہے مگر دیسی چراغدانوں کے سبب میلا اور سیاہ بنا ہوا ہے۔ پیتلی کٹہرہ پر سیپ کی راؤٹی قائم ہے۔ اگرچہ ہمارے ہاں سے یہ سیپ کم ہیں۔ تاہم اچھا کام ہے۔ اس درگاہ میں بھی دیکھا اور بابا علی شیر کے یہاں بھی کہ مزار کے بائیں ستون میں کپڑے کے گھوڑے کثرت سے لٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔

اصل میں یہ عورتوں کے چلہ ہیں۔ اولاد وغیرہ کی تمنا میں گھوڑا بطور چلہ پیش کرتی ہیں۔
ہم نے تین گھوڑے نمونہ کے لئے توڑ لئے۔ یہ دیکھ کر باہر آئے تو سامنے شاہان گجرات
کے مقبروں میں چلے گئے۔ یہ بھی مستقل طور پر ایک عالیشان عمارت ہے۔ درمیان میں
تین قبریں ہیں۔ وسط میں محمود بیگڑے کی قبر ہے۔ ان تینوں قبروں پر اس قدر باریک
اور نفیس کام ہے کہ عقل چکر میں آتی ہے۔ ان قبروں پر بھی غلاف پڑے ہوئے ہیں۔
حضرت شیخ احمد کے گنبد کے وسط میں ایک نقرئی زنجیر آویزاں ہے۔ جو نصف
کے قریب دوہری ہو کر اوپر جا کر اٹکی ہوئی ہے۔ عام خیال ہے کہ کسی چور نے
بری نیت سے اسپر ہاتھ ڈالا تھا۔ اسلئے یہ الٹ کر اوپر چلی گئی لیکن حقیقت یہ معلوم
ہوتی ہے۔ کہ قدیمی دستور کی موافق اس زنجیر میں طلائی کٹورہ لگا ہوا ہوگا اور
وہ مزار کے قریب ہوگا۔ جب سیپ کی راؤٹی جہانگیر کے عہد میں بنائی گئی تو زنجیر
الٹ کر اوپر کر دی گئی۔ اور کٹورہ توڑ لیا گیا۔ برجوں میں زنجیر و کٹورہ کی رسم دہلی کی
عمارتوں میں بھی عام طور پر پائی جاتی ہے۔

چار بجے روانہ ہو کر شاہان گجرات کے محل دیکھتے ہوئے ریل پر آئے سوار
ہو کر احمد آباد پہنچے۔ مغرب کے بعد حضرت شاہ عبدالوہاب بغدادی کے روضہ پر آئے
یہ ہمارے سید غیاث الدین صاحب کے جد کا مزار ہے یہاں آکر عجیب تماشا دیکھا۔
بیسیوں عورتیں جھوم رہی تھی۔ چیخ رہی تھی۔ لوٹ رہی تھیں۔ بڑبڑا رہی تھیں ان پر
آسیب ہیں۔ حضرت بغدادی صاحب کی نسبت ان کا عقیدہ ہے کہ یہاں آسیب جاتا
رہتا ہے۔ ہندو عورتیں زیادہ تھیں۔ یہاں سے شاہ صاحب کے مکان پر گئے۔ کھانا
کھایا۔ حضرت سیدہ عالم۔ فاطمہ زہراؓ کا عرس ہوا۔ ہم نے ایک دعا پڑھی جو اخبار میں
جاری ہوئی۔ اسکے بعد مکان پر آئے۔ تھکے ہوئے تھے جلدی سو گئے۔

جمعہ ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۰۱ء۔ احمد آباد گجرات

آج صبح اول وکیل کے لئے مضمون بنت رسول کا عرس لکھا۔ اس کے بعد کھانے سے فارغ ہو کر نماز جمعہ کے لئے گئے۔ میاں جان خان صاحب عرف کمالی شاہ ہمراہ تھے۔ نماز شاہی جامع مسجد میں ہوئی۔ یہ مسجد تمام ہندوستان میں لاثانی ہے۔ مندر تھا۔ مسجد بن گیا۔ مگر کیا عالیشان مندر ہوگا۔ بعد از نماز مقبرہ سلطان احمد بادشاہ گجرات و بانی احمد آباد کے مزار پر گئے۔ یہ جامع مسجد کے سامنے ہے نہایت خوبصورت مقبرہ ہے وسط گنبد میں تین قبریں ہیں۔ درمیانی قبر سلطان احمد کی ہے (۔تمام احمد آباد کی قبروں اور عمارتوں میں ایک خاص علامت دیکھی جاتی ہے۔ کہ ایک چیز گلاب پاش یا ہانڈی کی شکل کی زنجیر میں آویزاں ہے اور زنجیر کے اوپر سرے پر پھول بنا ہوا ہے۔ یہی صورت سلطان احمد اور سلطان محمود کے مقبروں پر پائی گئی۔ سلطان احمد کی قبر بھی نہایت نفیس صنعت کا نمونہ ہے یہ سب چیزیں میاں عبدالغفار صاحب نے دکھائیں۔ یہ سنی بوہرے ہیں۔ ان کے لڑکے لاہور میں ٹوپی کی دکان کرتے ہیں۔ اور ایک ہوٹل بھی کیا ہے۔ یہیں مقبرہ میں محمد عثمان کنکوڑی والے سے ملاقات ہوئی۔ یہ نوجوان سوداگر ہیں اور احمد آباد بمبئی میں دکانیں ہیں۔ یہاں سے ٹم ٹم کرایہ کی اور فرید میاں صاحب کے ہاں گئے۔ وہ تو موجود نہ تھے صفی پوری حکیم صاحب ملے۔ فرید میاں صاحب بھی آگئے۔ بزرگوں اور خواجگان کی باتیں ہوتی رہیں۔ ان کے ہاں ایک کتاب فخرالادلیاء ہے۔ سوائے ایک کے دوسری نہیں پائی جاتی۔ فرید میاں اسکی اشاعت یا نقل پسند نہیں کرتے ایک کتاب شجرۃ المحمود نامی ہم کو دکھائی۔ یہ محمود میاں صاحب کے کسی حیدرآبادی مرید کی لکھی ہوئی ہے۔ اسمیں حضرت محبوب الٰہیؒ کے اکثر خلفاء کے نام ہیں۔ دس بارہ خلفاء کے مزارات احمد آباد میں بھی معلوم ہوئے۔ شام کے قریب واپس ہوئے۔

واپسی کے وقت فرید میاں صاحب اپنے بزرگوں کی زیارات کرانے لے گئے۔ ایک چھوٹے سے احاطہ میں قبرستان ہے۔ اور وہاں ایک راؤنڈی میں تین قبریں ہیں غرب میں اول حضرت شیخ میاں جو کی تربت ہے جو حضرت شیخ حسن محمد چشتی کے والد تھے مگر سلسلہ نظامیہ فخریہ میں شیخ میاں جی کا نام نہیں آتا۔ شیخ صاحب کے مزار کے بعد ان کے فرزند حضرت شیخ حسن محمد چشتی کا مزار ہے۔ اور ان کے بعد حضرت شیخ محمد چشتی کا۔ اس راؤنڈی سے الگ شرق میں دوسری راؤنڈی ہے اور اسمیں حضرت محمود میاں صاحب کا مزار ہے۔

یہ زیارتیں کرکے واپس آئے تو حضرت شیخ حسن محمد چشتی کی مسجد دیکھی جو فرید میاں صاحب کے مہمان خانہ کے متصل ہے۔ نہایت خوبصورت مسجد ہے۔ بنائے شیخ مادہ تاریخ ہے۔ اس مسجد کے سامنے شہزادہ مراد کا مکان تھا یعنی عالمگیر کے بھائی کا کتبہ لگا ہوا ہے اب اس مکان میں انگریزی سکول ہے اور فرید میاں کرایہ لیتے ہیں۔ عالمگیر یہاں صوبہ دار بنکر آیا تھا۔ اور حضرت کے خاندان سے خاص عقیدت رکھتا تھا۔

شام کو مکان پر آئے کھانا کھایا۔ بات چیت کی اور سو گئے۔ الحمد للہ طبیعت بحال ہے۔ حقدار شاہ اور ان کے بھائی روح الحق کا پرسوں امتحان ہے۔ دعا کیجئے۔

شنبہ ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۰۱ء احمد آباد

آج صبح ۹ بجے رضا شاہ بمبئی گئے۔ بڑودہ قیام کرتے ہوئے جائیں گے۔ دوپہر تک ہم اخبارات وغیرہ کے شغل میں رہے۔ کل شام کو دھولقہ سے منشی احمد علی صاحب ملنے آئے تھے۔ وہ تمام شب پاس رہے۔ دھولقہ چلنے کا اصرار کرتے تھے۔ مگر ہم نے عذر کرکے آئندہ کا وعدہ دیا۔ منشی صاحب کے ہمراہ حکیم عبداللہ میاں صاحب تشریف لائے۔ بی۔ اے کلاس میں پڑھتے ہیں۔ آدمی سمجھدار ہیں۔ دعوت دی

مگر منظور کرنا مشکل تھا۔ اسلیئے عذر کیا۔ چار بجے ہم پری شاہ۔ نظام شاہ۔ کمال شاہ سیر کو نکلے۔ اول کانکریا تالاب پر گئے۔ اسکا اصلی نام حوض قطب ہے۔ پختہ سنگین حوض ہے چاروں طرف سنگین سیڑھیاں ہیں۔ حوض تخمیناً پندرہ ہزار گز مربع ہے۔ چاروں طرف پختہ سڑک پر چلکر اندازہ لگایا جائے تو ۳ میل کا چکر ہے۔ حوض کے وسطی کنارے پر ایک باغ اور کچھ مکانات بنے ہوئے ہیں اب گورنمنٹ انگریزی نے اسکی خوب مرمت کی ہے۔ اور بالکل نیا بنا دیا ہے۔ بنا کی تاریخ ۱۰۵۸ھ ہے۔ سلطان قطب شاہ نے بنایا۔

یہ دیکھکر حضرت شاہ عالم صاحب کے مزار پر گئے۔ اول ایک فصیل آتی ہے۔ اور اسکے پھاٹک میں داخل ہوتے ہیں۔ پھاٹک کے بیرونی طاقوں میں لوگ پتھر پھینکتے ہیں اگر طاق میں رہ گیا کام ہوگا۔ ورنہ بری فال ہے۔ ہم نے مسلمانوں کی ترقی کا خیال کرکے بطور فال پتھر پھینکا تو وہ طاق میں رہ گیا۔ اسوقت بڑی خوشی ہوئی اور قومی بہتری کا یقین ہو گیا۔ آگے بڑھے تو ایک احاطہ اور پھاٹک آیا۔ اندر گئے تو سامنے خاص درگاہ کی عمارتیں نظر آئیں۔ بڑی عظیم الشان درگاہ ہے۔ تیسرے دروازہ میں داخل ہوتے ہیں تو جمیر شریف کا سا لطف آتا ہے۔ دائیں طرف مسجد ہے مگر عظیم الشان مینار نہایت بلند اور خوشنما۔ مسجد میں اداسی اور پریشانی۔ شہد کی بڑی مہالیں لگی ہوئی تھیں۔ روضہ کا گنبد اور غلام گردش کی عمارت بہت اچھی ہے۔ غلام گردش ۹ قدم عریض ہے۔ روضہ بھی اندر سے وسیع ہے۔ سنگ مرمر کے ڈیڑھ گز بلند کٹہرہ میں حضرت شاہ عالم صاحب کا مزار ہے۔ یہ حضرت سہروردیہ طریقہ کے بزرگ تھے۔ سلطان گجرات کے ہاں انکا بڑا رسوخ تھا۔ مزار کے اوپر سیپ کی ایک راؤٹی ہے اور شتر مرغ وغیرہ کے انڈے آویزاں ہیں۔ اگرچہ روضہ نہایت خوبصورت اور فراخ ہے مگر جانور۔ ابابیلیں و چمگادڑیں رہتی ہیں۔ جس سے تمام روضہ میں بدبو آتی ہے۔ سجادہ نشین نوجوان آدمی ہیں۔ سید امام بخش نام ہے۔ موسیٰ میاں کے لڑکے۔ احمد آباد میں رہتے ہیں۔ دو تین گاؤں جاگیر میں ہیں۔

اس درگاہ کے مصارف کے لیے ۱۹ جمادی الثانی کو ان کا عرس ہوتا ہے۔ مسجد کے قریب ایک اور خوبصورت مقبرہ ہے۔ اس میں درمیانی قبر کے سینہ پر ایک پتھر نصب ہے۔ جس میں قدموں کے نشان بنے ہوئے ہیں۔ مسجد میں وہ چوبی تخت آویزاں ہیں جن پر حضرت وعظ فرمایا کرتے تھے۔ مسجد کے صحن میں پانی کے ٹانکے ہیں۔ جن میں برسات کا میٹھا پانی بھرا رہتا ہے۔

درگاہ کے سرہانے مجلس خانہ ہے جسکو یہاں دیوان خانہ کہتے ہیں۔ سب دیکھ کر واپس آئے۔ تو غرب میں ایک درگاہ نظر آئی۔ معلوم ہوا ایک وقت ان دونوں درگاہوں کی زیارت ناجائز ہے۔ مکان پر آئے کھانا کھایا۔ اور ناٹک کے تماشہ میں گئے۔ رام چندر جی کا تماشہ تھا احمد میاں صاحب بھی تھے۔ خوب لطف رہا۔ گجراتی تماشہ تھا۔ زبان ہم نہ سمجھے لیکن انداز سے واقعات سب معلوم ہو گئے۔ سنا ہے کہ اب کوئی نیا تماشہ ہونے والا ہے جس میں مسلمان بادشاہوں کی توہین کی جائے گی۔ افسوس ایسے ڈرامے کو روکنا چاہیئے۔ ۲ بجے واپس آئے۔ واپسی میں آریہ ڈراما نویس سے ملاقات ہوئی۔ آدمی ہوشیار اور ہمدرد ہے۔ نوجوان سندھی ہے۔

پریمی شاہ کے مکان میں آکر جھولے میں سو گئے اور خوب آرام کی نیند آئی +

یکشنبہ ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء۔ احمد آباد گجرات

رات کے جاگنے کے سبب دیر تک سوتے رہے۔ ساڑھے نو بجے حقدار شاہ فرشتۂ رحمت بنکر آئے اور آرام کی نیند سے آسایش کی بیداری میں داخل کیا۔ جھولے میں تھے۔ خوب جھولے۔ حقدار شاہ نے وہیں ناشتہ پیش کیا۔ ایک گھنٹہ کے بعد غسل کر کے حقدار شاہ کے مکان پر آئے۔ کچھ لکھا اور کھانا کھا کر نظام شاہ صاحب کے ہمراہ زیارتوں کے لئے چلے۔ دہلی دروازہ کے باہر کمپ کی سڑک پر اول حضرت بارک اللہ شاہ صاحب کا مزار ملا یہ حضرت محبوب الٰہی کے خلیفہ تھے۔ چھوٹا سا مقبرہ اور مسجد ہے۔ آگے بڑھکر حضرت موسیٰ سہاگ

صاحب کی درگاہ ہے۔ یہ حضرت بھی ہمارے حضور کے خلیفہ ہیں۔ اول ایک وسیع احاطہ ہے۔ دروازہ میں داخل ہو کر ایک اور احاطہ نظر آتا ہے۔ اس احاطہ کے دروازہ پر ایک خشک قدیمی درخت ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ چمپا کا درخت ہے۔ اور حضرت کے زمانہ کا ہے۔ اسمیں لوگ منت کی چوڑیاں ڈالتے ہیں۔ حضرت موسیٰ سہاگ اور ان کے سلسلہ کے فقیر سہاگن عورتوں کے لباس میں رہتے ہیں۔ اسلئے ان کی درگاہ میں چوڑیاں چڑھائی جاتی ہیں۔ دوسرے احاطہ میں داخل ہو کر ایک مسجد ہے اور حضرت کا چھوٹا سا روضہ روضہ کا گنبد گو چھوٹا سا ہے مگر حضرت امیر خسرو کے گنبد کی ہمشکل ہے۔ اسکے اندر چار قبریں ہیں۔ اور ان پر سرخ غلاف پڑا ہوا ہے۔ یہ چاروں قبریں حضرت کی بیان کیجاتی ہیں۔ ان پر بھی چوڑیاں پڑی ہوئی ہیں۔ روضہ کے گرد میں قبرستان ہے اور ان قبروں پر چونہ میں چوڑیاں جمی ہوئی ہیں۔ یہ درگاہ گورنمنٹ کے قبضہ میں ہے۔ نذر ایک مقفل بکس میں ڈالی جاتی ہے۔ جس کی گورنمنٹ مالک ہے۔ کچھ فقیر بطور مجاور و خدمت گزار یہاں رہتے ہیں۔ جو سرخ لباس پہنتے ہیں۔ رجب کے مہینہ میں ۱۰ تاریخ کو حضرت کا عرس ہوتا ہے یہاں سے واپس ہو کر حضرت سید پیر محمد شاہ صاحب کے مزار پر آگئے۔ یہ نہایت عالیشان درگاہ ہے۔ وسط میں خوبصورت و خوشنما گنبد ہے۔ سنگ مرمر کا فرش ہے۔ اور مزار ایک آراستہ و پیراستہ چھپرکھٹ کے پردوں میں چھپا ہوا ہے۔ سید پیر محمد شاہ قادری سلسلہ کے فقیر تھے۔ اکثر بوہروں کو مرید کرتے تھے۔ چنانچہ اب بھی اس درگاہ کے سنی بوہرے مہتمم ہیں۔ درگاہ کو سات ہزار سالانہ کی آمدنی ہے۔ اور ۳ ہزار کا خرچ ہے۔ کمیٹی ممبروں کی کمیٹی انتظام کرتی ہے۔ صدر انجمن عبداللطیف صاحب سفری ہیں۔ سب ممبر بوہرہ قوم کے ہیں جیسی صاف ستھری اور شاندار یہ درگاہ ہے۔ احمد آباد میں اور کوئی نہیں یہاں سے حضرت شاہ وجہالدین صاحب گجراتی کے مزار پر گئے۔ یہ بھی معقول درگاہ ہے حضرت شاہ صاحب بڑے عالم اور فقیہ تھے۔ سلسلہ شطاریہ سے تعلق تھا۔ حضرت

محمد غوث گوالیری سے بھی فیض لیا ہے۔ ۹۹۸ھ میں رحلت فرمائی۔ آپ کے مدرسہ میں سینکڑوں علم ہو گئے۔ اسلئے آپ کو مولوی گر کہا جاتا تھا۔ مزار پر ایک چبی راوٹی بنی ہوئی ہے جس میں سیپ جڑے ہوئے ہیں۔ یہ راوٹی بالکل ہمارے حضور محبوب الٰہیؒ کے راوٹی کے مثل ہے ایک شمہ فرق نہیں۔ اکثر سیپ جھڑ گئے ہیں۔ اشعار سے معلوم ہوا کہ مرتضیٰ خان الملقب فرید خان دریادل کی بنائی ہوئی ہے۔ ہمارے ہاں حضرت محبوب الٰہیؒ کے روضہ شریف میں بھی اپنی فرید خان نے سیپ کی راوٹی بنائی تھی۔ فرید خان جہانگیر بادشاہ کے امرا میں تھے اور غالباً حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کی اولاد میں تھے +

کٹہرہ پر یہ شعر لکھا ہے

ایں حجرہ حد قبو است نیک وان　　بعد ازاں قبرے بسکن دراین مکان

اس درگاہ میں ایک حوض ہے۔ مسجد کے قریب۔ اسپر ایک مخصوص جگہ بنی ہوئی ہے اور مشہور ہے کہ یہاں بیٹھ کر حضرت نے وضو کیا تھا۔ اب لوگ اس جگہ سے پانی لیکر بطور تبرک و شفا استعمال کرتے ہیں۔ اور پارسلوں میں بھیجتے ہیں۔

یہاں سے جناب احمد میاں شاہ صاحب کے ہاں گئے۔ کھانا کھایا۔ اور خوب دلچسپ باتیں کیں۔ دس بجے واپس آئے۔ اور پریمی شاہ کے ہاں سو گئے +

۱۴۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء۔ دوشنبہ۔ ریاست بڑودہ مکان حکیم فضیل علیخانصاحب

آجکی رات احمد آباد میں آخری رات تھی۔ چونکہ احمد میاں صاحب سے پیران پٹن چلنے کا وعدہ تھا۔ اسلئے بہت سویرے بیدار ہوئے۔ اور حوائج سے فارغ ہو کر تیار بیٹھ گئے۔ احمد میاں صاحب حسب وعدہ ساڑے سات بجے تشریف لائے۔ مگر پٹن چلنے سے مجبوری ظاہر کی۔ اسلئے بڑودہ کی تیاری شروع ہوئی۔ جلدی جلدی سامان درست کیا۔ حقدار شاہ کے مکان پر آئے اسباب لیا۔ اور مکان کو آخری مرتبہ حسرت سے دیکھا۔ حقدار شاہ سکول گئے ہیں۔ امتحان ہے۔ خدا کامیاب کرے۔ ۹ بجے ریل پر پہنچ گئے۔ نظام شاہ اور

احمد میاں بھی ہمراہ آئے۔ پریمی شاہ اور ہم سوار ہو گئے۔ سوا نو بجے گاڑی چلدی۔ انند اسٹیشن پر ناشتہ کیا گیا۔ ایک مسلمان چاء والے کی دکان ہے۔ ساڑے گیارہ بجے بڑودہ پہنچ گئے۔ اور جناب مولوی رضی الحق صاحب احمد آبادی مترجم تاریخ مراۃ احمدیہ کے پاس قیام کیا۔ مولانا صاحب حکیم سید فضل علی خان صاحب کے ہاں مختار کار ہیں حکیم صاحب لکھنؤ کے رہنے والے اور بڑے نامور خاندان کے طبیب ہیں۔ سیاجی راؤ کے زمانہ میں ان کے دادا حکیم سید کاظم علی صاحب بلائے گئے تھے۔ اور اس قدر عزت دی گئی تھی کہ حکیم سید ہاشم علی صاحب کا بھی بڑا اعزاز رہا۔ اور آپ آج کل حکیم سید فضل علی صاحب بھی موجود۔ راجہ کے ہاں نہایت باوقعت شمار کئے جاتے ہیں حکیم صاحب کا مکان ناگر واڑہ میں ایک قلعہ کی مثل ہے مگر انقلاب ایام کے سبب جگہ جگہ سے شکستہ۔ مولانا رضی الحق صاحب درمیانی عمر کے آدمی ہیں۔ نہایت خلیق اور شریف برتاؤ کرنے والے بزرگ ہیں معلومات تاریخی نہایت وسیع ہے۔ باطنی نام رضوانی شاہ دیا گیا۔ کچھ دیر بات چیت کی پھر سو گئے ۲ بجے بیدار ہو کر کھانا کھایا۔ اسکے بعد پھر آرام کیا۔ پانچ کے قریب سیر کو گئے۔ پریمی شاہ ہمراہ تھے۔ اول متفرق مکانیں وغیرہ دیکھیں پھر سنا کہ آج کسی دیبی کے مندر پر میلہ ہے۔ راجہ صاحب بھی جائیں گے۔ ہم بھی گئے۔ راجہ صاحب کی سواری واپس جا رہی تھی۔ چوا سپہ گاڑی اور چند سوار آگے پیچھے۔ بڑودہ کے سپاہی ہر اعتبار سے عمدہ حالت میں ہیں۔ اور انگریزی سپاہی کے مقابلہ کے معلوم ہوتے تھے۔ پولس کی وردی بالکل ایسی ہے۔ جیسی ریلوے پولس کی ہوتی ہے۔ ٹوپی ایک دم۔ لیکن انکی پگڑی نہیں ہوتی۔ ہندوکیپ کی وضع کی ٹوپی ہوتی ہے۔ مندر دیکھکر شہر میں گئے۔ عالیشان پھاٹک ہے۔ جس کے تین دروازے ہیں۔ درمیانی دروازہ بڑا ہے

اس سے گاڑی بھی جاتی ہے - پہلوؤں کے دروازوں سے پیدل جاتے آتے ہیں - اندر گئے - ایک اور بھی اُداس بازار نظر آیا - پیدلوں کے لیئے جو پٹڑی بنی ہوئی ہے وہ اس قدر شکستہ اور بدنما ہے کہ نفرت ہوتی ہے - سامنے ایک بلند عمارت نظر آئی جس پر جھنڈا نصب ہے - یہ شہر کا چوک ہے - چوک پر یہ عمارت بنادی گئی ہے - بالاخانہ پر تار آفس وغیرہ ہے - اور نیچے چاروں طرف چار چار دروازہ ہیں - جنوب میں راجہ کے قدیمی محل ہیں - شرق میں آبادی اور باغ ہے - شمال میں جامع مسجد اور آبادی ہے - غرب میں وہی دروازہ ہے جہاں سے ہم داخل ہوئے اگر یہی بڑودہ ہے تو افسوس کچھ بھی نہیں - سنا ہے اور چیزیں قابل دید ہیں - جامع مسجد زیر تعمیر ہے - بیس ہزار روپیہ صاحبہ نے بھی دیا ہے - شام کو واپس ہوئے اور پرانے تالاب کی سیر کرتے ہوئے مکان پر آئے - کچھ دیر حکیم فضل علی صاحب سے بات چیت رہی - آدمی لائق ہیں - آجکل آشوب چشم میں مبتلا ہیں - مولوی مقبول احمد کا ذکر رہا - راجہ صاحب نے ان کو وعظ کے لیئے بلایا تھا - راجہ کی قابلیت اور ریاست کے پرانے امیروں کی ناقابلیت کا ذکر ہوا - راجہ لائق - کام کرنے والے امیر چاہتا ہے - اور امیر بے خبر عیش دوست آرام طلب - راجہ مانگتے ہیں - کھانا کھا کر گرووں کی سیر کرنے گئے پھر شہر میں گئے یہ کرشن جی کی یادگار رسم ہے - درمیان میں دیسی چراغ رکھا جاتا ہے - اور اسکے گرد عورتیں حلقہ بنا کر کھڑی ہوتی ہیں - اور تال سے تالیاں بجاتی جاتی ہیں - اور چراغ کے گرد اپنے حلقہ کو چکر دیتی جاتی ہیں - عجیب دلچسپ نظارہ ہوتا ہے - یہ دیکھ کر گیارہ کے قریب واپس آئے - اور سو گئے - خوب آرام کی نیند آئی - خدا کے فضل سے طبیعت درست ہے -

۱۵۔ اکتوبر ۱۹۰۸ء سہ شنبہ۔ بڑودہ۔ ناگر واڑہ

رات کو سردی ہوجاتی ہے۔ جس کا اثر صبح تک محسوس ہوتا رہا۔ بیدار جلدی ہوئے۔ حوائج سے فارغ ہوکر ناشتہ کیا۔ روزنامہ لکھا اور پھر نواب صدرالدین حسین خان صاحب سے ملنے گئے۔ نواب صاحب کا مکان قریب ہے۔

یہ نواب صاحب مشہور آدمی ہیں۔ ملے۔ اور بہت اخلاق سے پیش آئے دیر تک بات چیت رہی۔ شام کو چار بجے مدعو کیا۔ قبول کرکے واپس آئے اور میوزم دیکھنے گئے۔ کمانی باغ میں قریب ریلوے سٹیشن کے یہ میوزم ہے۔ باغ نہایت عالیشان نیچرل اور ان نیچرل طرز کا ہے۔ میوزم کی دوہری عمارت میں بہت سی دلچسپی اور مفید چیزوں کا ذخیرہ ہے مگر رومیوں کی برہنہ اور مصروف مباشرت تصاویر کا وجود اس مہذب ریاست کے عجائب خانہ کے لئے نازیبا ہے۔ عورتیں بھی اسکی سیر کرتی ہیں۔ اور مہذب مرد بھی۔ دو گھنٹہ کامل سیر کی۔ اسکے بعد زندہ جانور خانے میں گئے۔ اچھے اچھے جانور ہیں۔ ایک بجے کے بعد مکان پر آئے۔ کھانا کھایا۔ آرام کیا پانچ بجے بیدار ہوئے۔ اور نواب صاحب کے ہاں گئے۔ نواب صاحب ہم کو لے کر گاڑی میں سوار ہوکر اپنا کتب خانہ دکھانے لے گئے۔ انکا منجھلا بچہ معزالدین حسن جو علی گڈھ میں پڑھتا ہے۔ ساتھ تھا۔ بھولا لڑکا ہے۔ لائبریری دیکھی۔ اسلام۔ لائبریری کا نام ہے۔ اور نواب صاحب نے ذات خاص سے قائم کی ہے۔ پانچ چھ ہزار کتابیں ہیں۔ لیکن انتخاب اردو۔ ہر علم اور ہر فن کی کتاب موجود ہے۔ یہ نواب صاحب کی خاص ایجاد ہے۔ کہ اردو زبان کا بڑا سرمایہ جمع کیا ہے۔ یہ عنایت کسی کتب خانہ میں نہیں پائی جاتی۔ واپسی میں تمام شہر کی سیر کرتے ہوئے مکان پر آئے

باتیں ہوتی رہیں۔ نواب صاحب بھی ایک قادریہ خانقاہ کے سجادہ نشین ہیں۔ آٹھ بجے کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد کچھ دیر مجلس مکالمہ جاری رہی۔ اسکے بعد پری شاہ سمیت شہر میں پیدل بطور چہل قدمی گئے۔ جگہ جگہ سڑکوں پر مہابھارت کے واقعات کی کتھا ہوتی دیکھی۔ پنڈت جی ایک اونچی چوکی پر تشریف رکھتے ہیں۔ اور ان کے دونوں پہلوؤں میں دو خوش آواز شخص بیٹھے ہیں۔ پنڈت جی کے آگے ایک تانبہ کی تھلیا ہوتی ہے جسکو کبھی کبھی بجایا جاتا ہے۔ جب نظم پڑھنے کا موقع آتا ہے۔ پہلو کے آدمی ہم نوائی کرتے ہیں۔

یہ سیر دیکھ کر سوڈا پیکر واپس آئے۔ رضوانی شاہ صاحب منتظر تھے۔ ملے حکیم صاحب سے باتیں ہوئیں۔ گیارہ کے قریب سوئے۔ ایک بجے رضوانی شاہ کے ہاتھ میں بچھو نے کاٹا جس سے بڑی گھبراہٹ پڑی۔ بچھو تو غائب ہوگیا مگر مولانا کی تکلیف سے دل کو تمام شب بے چینی رہی۔ مولانا نے نہایت استقلال سے تکلیف کو برداشت کیا +

۱۶۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء چہارشنبہ بڑودہ باڑہ حکیم صاحب

صبح ناشتہ نواب صاحب کے ہاں ہوا۔ اسکے بعد گاڑی میں سوار ہوکر قلمی قرآن شریف کی زیارت کو گئے کوچبان ملنگ نامی نوعمر بچہ تھا عجیب نام اور عجیب کام ملنگ شاہ خطاب دیا۔ محمود کی باڑی کے محلہ میں پہنچے۔ مسجد میں قرآن شریف رکھا ہے۔ لاثانی قرآن ہے۔ اس سے پہلے ہم نے اتنا بڑا قرآن شریف نہیں دیکھا۔ یہ ہی ۵ بالشت کا طول اور ۹ پر ۸ انگشت اور زیادہ۔ اور ۵ بالشت ۵ انگشت عرض ہے۔ ہر سطر کا عرض ۶ انگشت۔ اور ترجمہ فارسی کی سطر کا عرض ۲ انگشت۔ سطر حاشیہ کا عرض ۵ انگشت۔ الغرض بڑی شان کا قرآن شریف ہے

ایک انگشت کے قریب چوڑے حروف ہیں نصف ورق ایک تخت پر رکھے ہیں اور نصف دوسرے تخت پر۔ ناممکن تھا۔ کہ ہم اوراق کو الٹ کر کاتب کا نام آخر میں دیکھ سکتے۔ پہلے یہ قرآن شریف جامع مسجد میں تھا۔ ایک ایرانی نے اس کی مرمت بھی کی ہے۔ زیارت کر کے حکیم کے باڑہ میں واپس آئے۔ ملنگ شاہ گاڑی لے گیا۔ دوپہر کو کھانا کھا کر تھوڑی دیر آرام کیا۔ ۳ بجے نواب صاحب کے ماں گئے۔ وہاں نواب صاحب نے اپنے ماموں سردار سید احمد علی خان صاحب سپرنٹنڈنٹ پولس ضلع بھڑوچ سے ملاقات کرائی۔ سردار صاحب اعلیٰ درجہ کے موحد اور اسرار تصوف جاننے والے ہیں۔ باتیں شروع ہوئیں اور سات گھنٹہ تک صوفیانہ گفتگو رہی۔ ہزاروں اشعار یاد ہیں۔ پچاس کے قریب عمر ہے۔ حیدر آباد میں بھی رہے ہیں۔ پونہ اصلی مکان ہے۔ اس علاقہ میں پہلے مسلمان ہیں۔ جنکو پولس میں اتنا اعلیٰ عہدہ دیا گیا ہے۔ آخر ہم سب اس مکان پر گئے جہاں سے دسہرہ کی سواری دیکھنی ممکن تھی۔ دھوپ کا اثر اور گرمی زیادہ تھی۔ تاہم سردار صاحب کی بات چیت میں وقت اچھا گذر گیا۔ نواب صاحب نے تمام رؤسائے بڑودہ سے فرداً فرداً ملاقاتیں کرائیں۔ سواری میں دیر تھی میسز معلق پر ناشتہ کیا گیا۔ یہ عجیب میز ہے جھولے میں تختے نصب کر دئے ہیں۔ چاروں طرف کرسیاں وسط میں معلق میز۔ خوب سیر ہو کر ناشتہ ہوا +

اب سواری کی آمد شروع ہوئی۔ تمام راستوں پر ہزارہا خلقت کے ٹھٹ لگے ہوئے ہیں۔ اول پولیس کے سپاہی اور افسر انتظام دیکھتے ہوئے آئے۔ پولس کی وردی اچھی ہے۔ سیاہ کوٹ۔ سرمئی پتلون۔ سیاہ فل بوٹ سرمئی عمامہ۔ اور اسمیں سرخ کابلی کلاہ۔ شاندار سپاہی معلوم ہوتے ہیں

پولس کے بعد فوجی بگلچی آئے۔ پھر ننگی تلواریں لئے ہوئے رسالے آنے شروع ہوئے۔ چار رسالے ہیں۔ اور چاروں کی وردیاں عمدہ اور علیحدہ علیحدہ رنگوں کی ہیں۔ رسالوں کے وسط میں رانی صاحبہ اور راج کماری صاحبہ کی بگھیاں آئیں۔ پردے پڑے ہوئے تھے۔ انکا باڈی گارڈ ساتھ تھا۔ راجہ کے ایک مصاحب زنانہ کے ہمراہ تھے۔ ان کے بعد ہاتھی پر وہ نشان آیا جو پونہ کے دربار پیشوا سے راجہ کے خاندان کو ملا تھا۔ مداری رنگ کا کپڑا ہے۔ اس نشان کے بعد ایک رسالہ آیا۔ اور چاندی سونے کی توپیں آئیں۔ سونے کی توپ چاندی کی گاڑی پر رکھی تھی۔ اور چاندی کی توپ سونے کی گاڑی پر۔ ان توپوں کی عوام میں بڑی دھوم ہے اسیطرح سنہری روپہلی بگی آئی۔ مگر یہ کچھ بہت عمدہ نہ تھی۔ جوناگڈھ میں اس سے عمدہ ہے۔ وہاں گھوڑوں کا ساز بھی ہم نے بھی کی موافق پایا تھا۔ مگر یہاں ساز بالکل معمولی ہے۔ الغرض مشعلچی۔ نقارچی۔ بینڈ نواز وغیرہ ہجوموں کے بعد اصل سواری کی آمد ہوئی۔ آگے آگے نقیب تھے مگر بولنے کی آواز سُنی۔ اسکے بعد دو ہاتھی جو زرد رنگے ہوئے تھے اور زرین جھولیں پڑی ہوئی تھیں۔ دائیں ہاتھی پر راجہ صاحب تھے۔ اور بائیں پر ریزیڈنٹ۔ راجہ صاحب مکلف لباس میں تھے۔ اور ریزیڈنٹ سادے انگریزی لباس میں۔

اصل سواری سے پہلے چند ہاتھیوں پر راجہ کے بڑے اور چھوٹے بھائی گزر گئے تھے۔ مگر انکی صورتوں سے شان امارت مترشح نہ تھی۔ اور ان راجہ صاحب کو دیکھا تو یہ بھی کچھ زیادہ شاندار نہ معلوم ہوئے۔ سواری کے ہاتھیوں کے بعد اول گھوڑا بڑودہ کے مشہور نواب صاحب کا تھا۔

آجکل نواب سیر معین الدین حسین خان مسند نشین ہیں۔ ان کے بزرگ نورالدین حسین خان کمال الدین حسین خان وغیرہ بڑے نواب نامور لوگ تھے۔ اب انکا صرف نام ہی نام باقی ہے۔ قرضہ اور کاہلی کے سبب بُری حالت ہے اسپر طرہ یہ کہ راجہ ناقدرے ہے وہ انگریزی طرز کے امیر مانگتا ہے +

انصاف یہ ہے کہ راجہ میں بھی وہ شان نہ تھی جو ان مسلمان نواب صاحب میں بانکپن تھا۔ نواب صاحب کی پشت پر ان کے خاندانی امیرزادے صف باندھے گھوڑوں پر سوار تھے۔ ان لوگوں کے پرانے لباسوں اور دلیر صورتوں کو دیکھکر رونا آتا تھا۔ کہ افسوس آن بھی ہے اور شان بھی ہے۔ مگر مان اور کام پہلے سے نہیں۔ مسلمانوں کے بعد ہندو مرہٹہ سردار تھے۔ بچارے کس قدر نازیبا لوگ ہیں۔ گھوڑے کے سم سے لیکر مرہٹی پگڑی تک کوئی کل سیدھی نہیں۔ مگر ظاہری گنوارپن پر نہ جایئے۔ آجکل یہی لوگ ریاست کے رکن ہیں۔ اور خوب سلیقہ سے کام چلاتے ہیں۔ انگریزی کے اعلیٰ تعلیم یافتہ۔ خوشحال۔ اور خوشپال مسلمانوں کی طرح کاہل وجود اور جاہل نہیں ہیں۔ مہرہٹوں کے بعد سندھی مسلمان سردار آئے۔ واہ سبحان اللہ۔ کیا صورتیں ہیں اس سرے سے اُس سرے تک افیم کا دربار +

رمضان کا مہینہ۔ بازار اور خلقت کا ہجوم مگر سردار صاحب پیڑی پینے میں مجبور۔ چلتے جاتے ہیں اور پیڑی کے دم کھینچتے جاتے ہیں۔ خدا شرمائے ایسے بے شرموں کو۔ بڑوں نے تلواریں چلائیں۔ اور غیر مسلم ریاست میں بہادری کی شان سے اسلامی قدم جمائے اور انہوں نے یہ وطیرے اختیار کئے ہیں۔ بچارا راجہ مجبور ہے۔ ایسے حضرات کی کیا خاک قدردانی کرے +

سواری چلی گئی۔ اور ہم نواب صاحب کے مکان پر آئے۔ سردار صاحب سے مکالمہ شروع ہوا۔ پھر فوٹو گراف آگیا۔ اسکی دلچسپی رہی۔ آٹھ کے بعد کھانا کھایا۔ سردار صاحب ریل پر گئے ہم مکان پر آئے۔ حکیم صاحب سے باتیں ہوئیں۔ دہلی کے ایک صاحب منور علی نامی کلو خواص کی حویلی میں رہنے والے آئے ہیں۔ ملے۔ دس کے قریب مکان پر آئے۔ اور سو گئے۔ نیند خوب آئی کہ پچھلی رات ذرا سردی ہو جاتی ہے۔ اور دن کو سخت گرمی۔ سارے سفر میں ایسی گرمی نہیں دیکھی۔ خواب پریشان دیکھے۔ معدہ کی خرابی ہے +

پریمی شاہ اور رضوانی شاہ اندر حجرہ میں سوئے۔ بچھو کے خوف سے۔

۱۷۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۷ء۔ پنجشنبہ۔ بڑودہ

صبح ناشتہ کرکے اسباب درست کیا۔ اور پھر نواب صاحب کے ہاں سے گاڑی لے کر ہاتھی تھان پر گئے۔ خبر تھی کہ آج ہاتھیوں کی کشتی ہوگی۔ مگر جاکر معلوم ہوا خبر جھوٹ ہے۔ واپس آئے۔ کچھ دیر آرام کیا۔ ایک بجے کھانا کھایا۔ اسکے بعد لیٹے رہے۔ چار بجے گاڑی میں سوار ہوکر نواب سے مرخص ہوکر حکیم صاحب کے باڑہ میں آئے۔ اسباب لیا رضوانی شاہ کو ساتھ لیکر ریل پر آئے پریمی شاہ احمد آباد کی ریل میں سوار ہوئے۔ اور ہم بھڑوچ کی ریل میں۔ گاڑی میں شاہ ہمارے انعام سے خوش ہوا۔ اور ہم اس سے خوش ہوئے ساڑے سات بجے بھڑوچ پہنچے۔ سردار صاحب کے آدمی استقبال کے لئے موجود تھے۔ گاڑی میں سوار ہوکر مکان پر آئے۔ سردار صاحب۔ ملے۔ اور خوب اخلاق سے ملے۔ کھانا کھایا۔ اور پھر ستار بجاکر اور اشعار سنا کر جی خوش کیا۔ دس بجے آرام کیا۔ نیند صاف اور آرام کی نہ آئی +

۱۸۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء۔ جمعہ۔ بھڑوچ

صبح ذرا دیر تک لیٹے رہے۔ سردار صاحب آئے اور کچہری گئے۔ ہم حوائج سے فارغ ہوئے ناشتہ کیا۔ پھر کچھ لکھتے پڑھتے رہے۔ ساڑے گیارہ بجے سردار صاحب آئے۔ کھانا چنا گیا۔ کھانے سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ دہلوی بیرسٹر مسٹر علی محمد صاحب مع محمد احمد صاحب خدنگ تشریف لائے۔ یہ کراچی میں بیرسٹری کرتے ہیں۔ اور آتے ہی نواب محسن الملک کی وفات کی خبر سنائی۔ اس ناگہانی خبر سے اس قدر صدمہ ہوا کہ قلب کی حرکت رکنے لگی۔ قریب تھا کہ چیخ مار کر بے ہوش ہو جاتے۔ مگر ضبط کیا۔ سردار صاحب شائد کچھ مخالف تھے۔ اسلئے مخالفانہ طرز سے ذکر کرنے لگے۔ اور زیادہ قلق اور ملال پیدا ہوا۔ چلنے کی تیاری ہوئی۔ بیرسٹر صاحب اور خدنگ صاحب سے باتیں ہوئیں۔ آخر گاڑی میں سوار ہوئے۔ سب سے رخصت لی۔ اور ریل پر آئے۔ سورت کا ٹکٹ لیا۔ اور چلدیئے۔ جب سورت پہنچے۔ ریل سے اُترے۔ شہر میں جانا چاہا۔ مگر غم نے اس قدر افسردہ کیا تھا کہ سٹیشن سے باہر جا کر پھر لوٹ آئے۔ بمبئی کا ٹکٹ لے لیا۔ اور دوبارہ سوار ہو گئے۔ بمبئی تک نہایت راحت و سکون کا سفر ہوا۔ مگر نواب مرحوم کے خیال نے بے چین رکھا۔ دو ہندو ہم سفر تھے۔ بہت محبت سے پیش آئے۔ بمبئی پہنچے۔ گاڑی لی۔ دفتر میں آئے۔ سامان رکھا۔ معلوم ہوا کہ انجمن ضیاء الاسلام میں اسوقت نواب صاحب کے ماتم میں جلسہ ہے۔ فوراً انجمن گئے۔ واقعی جلسہ ہو رہا تھا۔ ہم نے کچھ بیان کیا۔ اور بآواز بلند قرآن شریف پڑھ کے ثواب پہنچایا۔ ۱۲ بجے واپس آئے۔ سلطان الاخبار کے لیے جلسہ کی کیفیت لکھوائی۔ دو بجے سو گئے۔ گرمی زیادہ ہے۔ نیند آج بھی صاف نہیں آئی +

شنبہ ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء بمبئی

آج صبح سے متفرق کاموں میں مصروف رہے۔ جی بھاری تھا۔ بارہ بجے غسل کیا۔ کچھ کھایا۔ شام کے قریب کملی شاہ کے ہاں گئے وہاں حاجی ریاض الدین کے عزیز ملے۔ جو شاہ صاحب کے پاس کام کرتے ہیں یہاں سے سید محفوظ علی صاحب کی دکان پر گئے۔ دکان بند تھی۔ جامع مسجد گئے اور وہاں سے مولوی محمد یوسف صاحب کھٹکھٹے کے پاس گئے۔ کھانا تیار تھا اور کیا۔ ناچار کھایا۔ کھانے کے بعد دفتر میں آئے۔ اور پھر گرین چیمبرلین بھائی کلہ میں رضامیاں کے مکان پر سونے کے لئے گئے۔ مسٹر حبیب الرحمن صاحب بھی ہمراہ تھے۔ پہنچے۔ تھوڑی دیر میں بیدل صاحب آ گئے۔ گانا اور اشعار بازی ہوتی رہی۔ بارہ بجے سو گئے۔ آج بھی نیند صاف نہیں آئی +

یکشنبہ ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء بمبئی گرین چیمبرلین بمبئی

ناشتہ سے فارغ ہو کر خطوط لکھے۔ دوپہر کو سید صاحب کی دکان پر گئے۔ ملاقات ہوئی۔ پھر مولوی محمد یوسف صاحب کے پاس گئے۔ وہاں سے پھر سید صاحب کی دکان پر آئے۔ اور مغرب کے بعد رخصت ہوئے دفتر میں آئے۔ یہاں مولوی جواد حسین صاحب کے پاس گئے۔ ان کو لیکر گرین چیمبرلین پر آئے۔ باتیں ہوئیں۔ بارہ کے قریب سوئے مگر آج بھی طبیعت خراب ہے۔ نیند صاف نہیں آئی +

دوشنبہ ۲۱۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء بمبئی

آج بیداری کے بعد جی بھاری تھا۔ ناشتہ کے بعد لکھنے بیٹھے۔ کہ بیدل صاحب آ گئے۔ مگر جلدی تشریف لے گئے۔ نواب محسن الملک پر غیر مضمون لکھا کھانا کھایا۔ اور اخبار پڑھتے رہے۔ اتنے میں سورت کے نواب زادہ

غلام خواجہ معین الدین مودودی تشریف لے آئے۔ نوعمر خوش وضع بھلے بھالے صاحبزادے ہیں۔ باندرہ میں آجکل قیام ہے۔ خوب دلچسپ باتیں نواب صاحب نے ہم کو باندرہ میں مدعو کیا جائینگے +

۲ بجے سید صاحب کی دکان پر گئے۔ ان کو ہمراہ لیکر جانماز خریدی اور کوئٹہ بھیجدی۔ بعد مغرب انجمن ضیاء الاسلام میں گئے۔ وہاں سے عمر نیولین کے ہمراہ واپس آئے۔ تو ہوٹل میں کھانا کھایا۔ مکان پر آئے۔ یہاں سے قاضی کبیرالدین صاحب سے ملنے گئے۔ دس بجے واپس آئے۔ اور سو گئے۔ آج بھی طبیعت خراب تھی۔ مگر نیند اچھی آئی +

سہ شنبہ ۲۲۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء۔ بمبئی

آج پیچش کی تکلیف زیادہ ہے۔ دوپہر کو سید صاحب کی دکان پر گئے۔ وہاں سے مولوی محمد یوسف صاحب کے پاس گئے۔ مولوی صاحب ٹون ہال کی لائبریری دکھانے گاڑی پر لے گئے۔ اسّی ہزار کتابیں ہیں عجب عالیشان کتب خانہ ہے۔ کچھ پرانے بت بھی رکھے ہیں۔ واپس آکر سید صاحب کے ہاں دم لیا۔ اور ٹرام میں بیٹھ کر مکان پر آئے +

ناتوانی بہت بڑھ گئی ہے رات بھر تکلیف رہی۔ رات کو آٹھ بجے انجمن اسلام میں گئے۔ سید حسین صاحب بلگرامی ولایت جاتے ہیں۔ انکی تعظیم میں جلسہ تھا۔ خاصی رونق دیکھی۔ سر کریم بھائی کی طرف سے تین لاکھ روپیہ یادگار دیا گیا۔ یہیں جلسہ میں مسٹر محمد علی خان صاحب آکسن مل گئے۔ علاوہ ازیں مسٹر رستم جی وغیرہ پارسیوں سے ملاقات ہوئی۔ بارہ بجے واپس آئے +

چہار شنبہ ۲۳۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء بمبئی

صبح مسٹر محمد علی اور مسٹر بلگرامی سے ملے۔ تاج محل ہوٹل گئے دونوں سے

ملاقات ہوئی۔ واپس آئے۔ سہ صاحب کی دکان پر پہنچے۔ راستہ میں بیٹھکر دکان دیکھی۔ سبحان اللہ کیا لاثانی شاندار دکان ہے۔ سلیقہ کی دکانداری اسے کہتے ہیں۔ طبیعت کچھ بحال ہے تاہم تکلیف باقی ہے۔

شام کو مولوی محمد یوسف صاحب کے ہمراہ میاں اسمٰعیل صاحب احمد آبادی سے ملنے گئے۔ کتب خانہ نظامیہ کے لئے مشورہ ہوا۔ آدمی ہوشیار ہیں۔ امداد کا وعدہ کیا۔ رات کو پھر تاج محل گئے۔ اپالو بندر دیکھا۔ ماہتاب اور عالم آب۔ ہوٹل کی روشنی۔ روشنی میں فردوسی نظارے تھے۔ گیارہ کے قریب واپس آئے۔ ایک پہلو میں ناتوانی اور ایک پہلو میں توانائی کو لیکر سوگئے۔ آج اگر بیمار نہ ہوتے تو تمام واقعات کو مفصل لکھتے۔ مگر کیا کریں جی بیٹھا جاتا ہے۔

پنجشنبہ ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء بمبئی

طبیعت پہلے کی نسبت درست ہے۔ سہ پہر کو مولوی محمد یوسف صاحب کے پاس گئے۔ واپسی میں کملی شاہ صاحب کے پاس گئے اور کچھ خفیہ راز کی باتیں ہوئیں۔ وہاں سے انجمن ضیاء الاسلام میں گئے۔ کچھ دیر آغا حشر سے ہم کلامی ہوئی۔ دس بجے مکان پر آئے۔ ناتوانی زیادہ ہے۔ اس لئے تھک کر چور ہو گئے۔ ناتوانی پہلو میں آئی۔ سینہ سے لگا کر سوگئے۔ لیکن آج دو تین روز کے بعد خوب صاف نیند آئی +

جمعہ ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء بمبئی

الحمد للہ آج کی صبح تمام امراض سے صاف ہے۔ دیر تک سوتے رہے رضا شاہ روز ۹ بجے چلے جاتے ہیں۔ بارہ بجے گھر سے نکلے جمعہ کی نماز کے وقت جامع مسجد پہنچے۔ مولوی محمد یوسف صاحب اور خطیب صاحب سے

ملاقاتیں ہوئیں۔ سید امیر شاہ بھی ملے۔ آج خالب صاحب غیر معمولی عنایت سے پیش آئے۔ یہاں سے مولوی محمد یوسف صاحب کے ہمراہ ان کے مکان پر گئے گاڑی تیار تھی سوار ہو گئے۔ اور مشہور کتب خانے دیکھنے گئے۔ اول یونیورسٹی کا کتب خانہ دیکھا۔ اسکے بعد پارسی بٹیٹ کا۔ آخر الذکر کی عمارت نہایت شاندار ہے۔ شام کو دفتر سلطان الاخبار میں واپس آئے۔ وہاں سے مکان پر آئے اور سامان رکھ کر رانی باغ گئے۔ آٹھ بجے سیر کر کے مکان پر آئے۔ کھانا کھایا۔ اور مزیدار باتیں کیں۔ جب سونے کا وقت آیا تو بہت مزے سے سوئے۔ مگر نیند اچاٹ رہی۔ بدخوابیاں ہوتی رہیں۔ رضا شاہ کی غافل نیند پر حسرت آتی تھی ؛

شنبہ ۲۶۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء بمبئی

آج صبح حسب معمول حالت تھی۔ حوائج سے فارغ ہوئے امیر شاہ تشریف لے آئے۔ ان کے ہمراہ ناشتہ کیا۔ اس کے بعد گھر سے نکلے۔ سیدھے بھائی کلہ کی مسجد میں گئے۔ ایک دہلوی شاہ صاحب کی خبر سنی تھی۔ دیکھا حوض کے کنارے اعتکاف کی شان سے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اندر جھانکا تو میاں احمد علی تشریف فرما تھے۔ میلی چادر کا تہمد اور میلی چادر کا اوڑھنا۔ گویا احرام ہے۔ وظائف و قرآن شریف وغیرہ سامان و کاندار موجود تھے۔ بیچارے غریب لوگ جو یہاں آس پاس رہتے ہیں۔ پھنس رہے ہیں خدا سب کا رازق ہے۔ جھوٹے یا سچے جس حیلے سے مانگو دیتا ہے۔

واپس آئے ٹرام میں کملی شاہ کے پاس گئے۔ اور بلگرامی کے لئے تبرکات لے کر جہاز پر گئے۔ اب پرانی گودی بدل گئی ہے۔ نئی گودی نئے پالوے پر قائم ہوئی ہے۔ اس ہیر پھیر میں دیر ہو گئی۔ اور بلگرامی صاحب

جہاز پر چلے گئے۔ ناچار کشتی میں سوار ہو کر ہم بھی جہاز تک گئے۔ جہاز کے قریب دوسری کشتی ملی۔ جس میں میاں زین العابدین سوار تھے۔ غالباً یہ بلگرامی صاحب کے صاحبزادے ہوں گے +

۲ بجے واپس کنارہ پر آئے۔ مرزا محسن بابی کے پاس گئے۔ ملاقات کر کے واٹسن ہوٹل میں مولوی سید شمس الدین قادری اورنٹیل ٹرانسلیٹر بمبئی کے پاس گئے۔ احمد آباد کے مشائخ زادے اور تعلیم یافتہ مشائخ زادے ہیں۔ راستہ میں مولوی محمد یوسف صاحب سے ملاقات کر کے دفتر سلطان الاخبار میں آئے۔ اور وہاں سے کملی شاہ کے پاس پہونچے۔ وہاں دیر تک بات چیت رہی۔ سات بجے سیٹھ عبدالواحد سلیمان لدہ کے ہاں گئے۔ کھانا کھایا۔ واپس آئے۔ بات چیت ہوئی۔ بارہ بجے سوئے۔ مگر آج بھی بے آرام سوئے۔ نیند صاف نہیں آتی۔ آجکل بمبئی میں موسم نہایت گرم ہے۔ دھوپ کی تیزی ناگوار ہوتی ہے۔ پچھلی رات خنکی ہو جاتی ہے۔ تاہم موسم اچھا نہیں +

۲۷ اکتوبر ۱۹۰۱ء یکشنبہ بمبئی۔ دار المظفر گرین بلڈنگ

طبیعت آج بھی نادرست ہے۔ دوپہر تک کہیں نہ گئے۔ پڑے رہے قبض کی شکایت ہے۔ تیسرے پہر ذرا باہر گئے۔ لیکن فوراً واپس چلے آئے سید فدا علی صاحب ساکن آگرہ جو سورت کے قریب کہیں نوکر ہیں۔ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ بات چیت رہی۔ اتنے میں نواب غلام معین الدین بھی آگئے۔ بعد مغرب پریمی شاہ احمد آباد سے آئے۔ سید صاحب کو آج ہی ملازمت پر جانا تھا۔ اس لیے سب لوگ ان کو پہنچانے گرانٹ روڈ گئے۔ ہم بھی گئے۔ دس بجے واپس آئے۔ نیند خوب آئی تھی سو گئے۔ الحمد للہ۔ نیند آج صاف اور بے خبری کی آئی۔ لیکن صبح کے وقت

جی ویسا ہی بھاری ہے +

۲۸۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء۔ دوشنبہ۔ بمبئی وار الخضر

الحمد للہ آج طبیعت اچھی ہے۔ صبح سید امیر شاہ تشریف لائے۔ دس بجے ان کے ہمراہ باہر گئے۔ کھانا کھایا۔ ہم مولوی محمد یوسف صاحب کے پاس چلے گئے۔ اور سید صاحب کہیں اور۔ مولوی صاحب کو لیکر میرزا محرم بابی کے پاس گئے۔ ملا۔ تین گھنٹہ یقین اور روح پر بحث رہی۔ واپس آئے۔ مولوی صاحب نے ہم کو دفتر سلطان الاخبار تک پہنچایا۔ یہاں کچھ دیر ٹھیرے اخبار لے کر مکان پر آئے۔ کچھ آرام کیا۔ شام کو بیدل صاحب بدایونی سید امیر شاہ کے ہمراہ چوپاٹی گئے۔ بعد مغرب حسب دعوت خطیب مولوی عبدالمنعم صاحب ان کے مکان پر گئے۔ کھانا کھایا۔ بڑے خلیق بزرگ ہیں۔ دو بچے حقیقی چھوٹے ہیں۔ عبدالمعید اور عبدالرشید اور ایک ربیب نوخیز ہے پیاری صورت۔ کھانے سے فارغ ہوکر مکان پر آئے۔ اور جلدی سو گئے۔ آج بفضلہ نیند اچھی آئی۔ صحت بھی درست ہے۔ مگر قبض بدستور +

۲۹۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء۔ سہ شنبہ۔ بمبئی۔ سبز محل۔ دار الخضر۔ گرین چیمبرز

آج بھی اچھے ہیں مگر موسمی اثر موجود۔ بارہ سے پہلے مقبہ صاحب کے ہاں گئے۔ نہ تھے۔ کارڈ چھوڑ آئے۔ کھانا کھایا۔ آرام کیا۔ شام کو انجمن میں گئے۔ آغا حشر سے ملے۔ اور جگن ناتھ ایکٹر سے بھی ملاقات ہوئی سید امیر شاہ اور پنولین کے ہمراہ ہوٹل میں گئے۔ وہاں ایک فقیر دوست ایکٹر ملا۔ اور بچارے نے خوب سوڈا پلایا۔ اس وقت عجب مزے کی باتیں ہوئیں۔ مکان پر آئے۔ اخبار پڑھا۔ اور بارہ کے قریب سو گئے۔ نیند اچھی آئی۔ الحمد للہ +

۳۰۔ اکتوبر ۱۹۰۱ء چہارشنبہ بمبئی۔ دار الخضر

آج صبح حسب وعدہ سید امیر شاہ تشریف لائے۔ اور دوپہر تک بیٹھے رہے۔ بڑی عنایت فرماتے ہیں۔ اور خوب لطیف باتیں سناتے ہیں۔ مقبہ صاحب کا دعوتی۔ رقعہ آیا شام کے لئے۔ ہم شام تک کہیں نہ گئے۔ دو بجے سید امیر شاہ کے ہمراہ ہم نے اور پریمی نے کھانا کھایا۔ شام کو سلطان الاخبار آفس میں گئے۔ واپسی میں مقبہ صاحب کے ہاں کھانا کھایا۔ فرخ صاحب اور حکیم محمد یعقوب صاحب بھی تھے۔ دس بجے مکان پر آئے۔ اور سو گئے۔

کل کی تاریخ میں یہ ضروری یادداشت رہ گئی تھی۔ کہ ہم باندرہ والے مولانا صاحب سے ملنے گئے تھے۔ باندرہ۔ ماہم سے آگے ہے۔ مولانا صاحب کی علاقہ بمبئی میں بڑی دھوم ہے۔ ہندو۔ مسلمان۔ پارسی۔ خوجے۔ عورت مرد ہزاروں آدمیوں کا ہجوم رہتا ہے۔ پہلے یہ مولانا صاحب بمبئی میں رہتے تھے اور اس زمانہ میں بالکل سائل تھے۔ مگر آجکل مجذوبی کی شان پیدا ہو گئی ہے۔ عمر ستّو کے قریب ہوگی۔ دراز قد ہیں۔ گندمی رنگ ڈاڑھی بالکل سفید ہے۔ گردن کے پاس سے کمر جھک گئی ہے۔ جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ گردن ہر وقت جھکا کر قرآن شریف پڑھتے رہتے ہیں۔ آنکھوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ افغانی نسل سے ہیں۔ سفیدی اور نیلگونی پتلیوں میں ہے۔ ایک آنکھ میں کچھ سقم ہے +

ہم گئے تو قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ ہمارے ہمراہ پریمی شاہ اور سید سجاد حسین صاحب احمد آبادی بھی تھے۔ جب مولانا صاحب سے ہمارا خاندان و مقام بیان کیا گیا۔ اخلاق سے ملے۔ مگر ان کا اخلاق محدود اور غنیمت تصور کیا جاتا ہے۔ ہزاروں آدمیوں میں کسی پر خاص نظر ہو جائے

تو عجیب معلوم ہوتی ہے۔ ہمنے دریافت کیا کہ آپ کس سلسلہ میں ہیں۔ جواب دیا۔ آپ ہی کے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا نام لینے والا ہوں۔ سب کچھ انہی کا ظہورہ ہے۔ لیکن بیعت کا تعلق حضرت غلام علی شاہ صاحب سے ہے۔

کہتے ہیں آجتک کسیکو اتنا دریافت کرنے کا موقعہ نہیں ملا تھا۔ نہ کسی کو مولانا کے خاندان کا حال معلوم تھا۔ ہم نے اور چند باتیں کیں اسکے بعد مسلمانوں کے لئے دعا چاہی جس کا جواب نہ دیا گیا۔ شام کے قریب واپس چلے آئے۔ کئی جدید تعلیمیافتہ خدمت میں ہیں۔ خاصکر مسٹر داؤد ایم۔ اے معمولی مگر خاص خادموں میں ہیں لنگر چا۔ کافی وغیرہ جاری ہے +

یکم نومبر ۱۹۰۷ء پنجشنبہ۔ بمبئی۔ سبز محل

آج بفضلہ ہم تندرست ہیں۔ سید امیر شاہ صاحب تشریف لائے۔ بات چیت رہی۔ اسکے بعد ہاشم ماسٹر خواجہ آغا خانی آئے۔ یہ یہیں قریب میں نوے ناگپاڑہ میں دکان کرتے ہیں۔ اور عربی۔ فارسی۔ اردو سے کچھ واقفیت رکھتے ہیں۔ گجراتی خوب جانتے ہیں۔ آغا خانی مشن سے خوب آگاہی ہے۔ اور اسکی حمایت میں کئی کتابیں لکھ چکے ہیں۔ آج کل بھی ایک کتاب لکھ رہے ہیں۔ ہمارا رسالہ رام و کرشن مانگتے ہیں۔ تاکہ درج کتاب کریں۔ یہ ہمارے خیالات کو بالکل تسلیم کرتے ہیں۔ علی جی کا مندرجہ ذیل مضمون بھی پیسہ اخبار سے ترجمہ کراتے ہیں۔ تاکہ کتاب میں درج کریں۔ شام کو مولوی محمد یوسف صاحب کے ہاں گئے۔ وہاں سے انجمن آفس میں آئے۔ اور سید امیر شاہ کے ہمراہ حضرت حاجی علی صاحب کی درگاہ پر گئے۔ یہ درگاہ سمندر میں ہے۔ جب سمندر اتار پر ہوتا ہے لوگ جاتے ہیں۔ اور زیارت کرتے ہیں۔ اور چڑھاؤ کی حالت میں کوئی نہیں جاسکتا۔ حاجی صاحب کی خاصی معقول درگاہ بنی ہوئی ہے

باؤنا دور سے نظر آتا ہے۔ ہم گئے۔ تو متعدد طائفہ رنڈیوں کے موجود تھے۔ اور گانا ہو رہا تھا۔ تماشائی جمع تھے۔ خدا محفوظ رکھے۔ ان خرافاتوں سے خالقاہوں کو۔

۲۔ نومبر ۱۹۰۷ء جمعہ۔ بمبئی سبز محل

الحمد للہ آج نہایت عمدہ صحت ہے۔ صبح کچھ لکھتے رہے۔ اس کے بعد ہم مولوی سید سجاد حسین احمد آبادی۔ پریس۔ بیدل صاحب ملکر احمد علی شاہ کے پاس گئے۔ ملے۔ بہت باتیں ہوئیں۔ آخر میں احمد علی نے ہمارے دوستوں کی ریش پر اعتراض کیا۔ کہ یہ منڈی ہوئی کیوں ہیں۔ بیدل صاحب بحث کرنے لگے۔ انجام یہ کہ احمد علی رشک وحسد کی باتوں پر اتر آئے۔ بارہ کے قریب واپس آئے کھانا کھایا۔ سید امیر شاہ صاحب کے ہمراہ سات رستہ گئے۔ اور وہاں سید صاحب نے ہماری تصویر لی۔ سید صاحب نے یہ فن حال میں سیکھا ہے اور اب وہ سفر میں جانا چاہتے ہیں۔ نہایت متواضع خلیق اور قابل دوست آدمی ہیں۔ فارسی ایسی بولتے ہیں گویا اُن کی مادری زبان ہے۔ ہمارے ساتھ انکا برتاؤ نہایت ہی مخلصانہ ہے۔ تصویر سے فارغ ہو کر واپس آئے۔ اور کچھ دیر آرام کیا۔ شام کو پانچ بجے یہودیوں کی نماز دیکھنے گئے۔ ایک بڑا ہال ہے۔ جسکے اندر پنجیں بچھی ہوئی ہیں۔ اور وسط میں ایک نمایاں بلند چبوترہ ہے۔ جس کے گرد کٹہرہ لگا ہوا ہے۔ اس چبوترہ کے سامنے محراب ہے۔ بالکل مسجد کی طرح۔ محراب میں پرانی قسم کا ایک جھاڑ آویزان ہے۔ جس میں قدیمی روشنی دن کے وقت روشن تھی۔ محراب میں ایک منقش پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور محراب کی دیواروں پر خط عبرانی کے چھ کٹے لگے ہوئے ہیں۔ درمیان چبوترہ پر ایک شخص کوٹ پتلون پہنے ہوئے ڈاڑھی خشخاش توریت بلند لحن سے پڑھ رہا تھا۔ جس کا انداز بالکل قرآن شریف

کا ساتھا۔ پڑھنے میں ہلتا اور جھومتا جاتا تھا۔ چبوترہ کے نیچے چاروں طرف بنچوں پر بہت سے یہودی کتابیں کھولے گن گنا رہے تھے۔ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے چبوترہ والا کچھ پڑھتا تو تمام یہودی اپنے مقام سے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ہاتھ باندھکر دونوں پہلوں پر جھوم جھوم کر کچھ پڑھتے جاتے ہیں۔ یہ عالم تھوڑی دیر برپا رہتا ہے۔ اسکے بعد پھر بیٹھ جاتے ہیں اور گن گنانے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا کہ چبوترہ والے کی آواز پر سب لوگ دایاں ہاتھ آنکھوں پر رکھکر خشوع وخضوع کی شان سے کچھ پڑھتے تھے +

تھوڑی دیر سیر کرکے ہم واپس چلے آئے۔ ہم کو اندر جانے سے روکا نہیں گیا۔ آج کی شام سبت کی شام ہے۔ اس لئے خاص نماز ہوتی ہے سنا ہے کل سبت یعنی شنبہ کو بھی نماز ہوگی۔ نماز پڑھنے والے بہت کم تھے اور جو تھے عموماً پردیسی معلوم ہوتے تھے۔ اور ایسی شاندار صورتیں تھیں کہ خواہ مخواہ عالم تبحر کا شبہ ہوتا تھا۔ چغہ عبا اور دراز ریش سرخ سفید نورانی چہرے۔ فرق صرف اتنا کہ لبیں دراز تھیں۔ نماز میں دیکھا کہ لوگ قبلہ کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کرتے۔ جب کھڑے ہوتے ہیں۔ تو قبلہ کی طرف منہ کرلیتے ہیں۔ ورنہ مختلف سمتوں کی طرف منہ کئے ہوئے بنچوں پر بیٹھے رہتے ہیں۔ بچے بھی تھے۔ جوان لوگ بعض انگریزی لباس میں تھے۔ ٹوپی ٹرکی۔ ممکن ہے کہ ہم نے نماز کا پورا طریقہ نہ دیکھا ہو۔ اسلئے کہ بہت کم ٹھہرے +

یہاں سے مولوی محمد یوسف صاحب کے یہاں گئے۔ افطاری اور کھانے سے فارغ ہوکر باتیں کرتے رہے۔ دس بجے واپس آئے۔

دفتر سے ہوکر مکان پر آئے۔ اور بات چیت کرکے جلدی سو گئے۔ نیند بفضلہ خوب صاف اور عمدہ آئی۔ الحمدللہ تعالےٰ +

۳۔ نومبر ۱۹۰۸ء شنبہ۔ بمبئی۔ سبز محل

الحمدللہ آج ہم بالکل تندرست ہیں۔ صبح قاضی کبیرالدین صاحب کے ہاں گئے۔ خانبہادر مولوی محمد غیاث الدین سجادہ نشین حضرت شاہ غریب اللہ صاحب چشتی نظامی اورنگ آبادی بھی موجود تھے۔ دو گھنٹہ۔ بزرگوں کا تذکرہ رہا۔ ایک بجے واپس آئے۔ کھانا کھایا۔ کچھ لکھا پڑھا۳ بجے مولوی محمد یوسف صاحب کے پاس گئے انہوں نے کچھ کتابیں عنایت فرمائیں۔ وہ لے کر سید محفوظ علی صاحب کی دکان پر گئے۔ وہاں کچھ دیر قیام کرکے دفتر سلطان الاخبار میں آئے۔ اور کپڑے لیکر مکان پر آئے۔ خواجہ ہاشم ماسٹر یوگا ملنے آئے۔ ہم نے رام وکرشن کے رسالے بطور تحفہ دئے۔ باتیں ہوئیں۔ غسل کیا۔ بعد مغرب سلیمان عبدالواحد لدہ سے ملنے گئے۔ ملے۔ اور بہت اخلاص سے پیش آئے آخری مصافحہ کرکے رخصت ہوئے۔ مولوی جواد حسین صاحب سے باتیں کرتے ہوئے انجمن ضیاء الاسلام میں گئے۔ وہاں سے مولانا کو رخصت کیا۔ اور ہم ہوٹل میں سید امیر شاہ اور جمشید صاحب مغل کے پاس بیٹھ گئے۔ عمر نپولین بھی تھے۔ بات چیت ہوئی۔ پھر ہم تینوں نے ملکر کھانا کھایا۔ اسکے بعد آغا حشر نے تماشہ دکھانے کا اصرار کیا اونکی خاطر سے آدھا سین دیکھ لیا۔ اور پندرہ منٹ میں واپس چلے آئے واپسی کے بعد فرخ صاحب کے پاس گئے۔ وہاں مولوی عبداللہ احمد صاحب ملے۔ کل شام کی دعوت دی۔ اگر ہم میل میں روانہ نہ ہوگئے

تو جائینگے۔ مکان پر آئے اور گھنٹہ بھر دلچسپ گفتگو رہی۔ مولوی سجاد حسین صاحب احمد آبادی سے نہایت مزیدار باتیں رہیں۔ آدمی ذی علم ہوشیار مگر ذرا بھولے بھالے اور بدگمان زیادہ ہیں۔ الغرض آج کا دن نہایت کامیاب عمدہ اور پر لطف بسر ہوا۔ صحت عمدہ ہے۔ نیند خوب آئی +

۴۔ نومبر ۱۹۰۷ء۔ بمبئی۔ یکشنبہ

آج تمام دن فراہمی اسباب میں کٹا۔ شام کو مولوی عبداللہ احمد صاحب کے ہاں دعوت تھی۔ کھانا کھا کر واپس آئے۔ تو سید امیر شاہ اور مسٹر جمشید کو موجود پایا۔ ملے۔ اور رخصت کیا۔ پھر ماسٹر ہاشم بوگا کے ہمراہ چند نامور معزز خوجے ملنے آئے۔ آغا خان صاحب کی بات چیت ہوئی۔ انہوں نے ہم کو آغا صاحب کی تصویریں دیں۔ ان کے جانے کے بعد سامان درست کیا اور سو گئے۔ آج بھی بفضلہ صحت عمدہ ہے +

۵۔ نومبر ۱۹۰۷ء دوشنبہ۔ روانگی از بمبئی

صبح رضا شاہ سے مرخص ہو کر سید سجاد حسین صاحب اور پری شاہ کے ہمراہ بوری بندر سٹیشن پر آئے۔ سات بجکر چالیس منٹ گاڑی روانہ ہوئی۔ خدا کے فضل سے جگہ عمدہ ملی۔ دہلی تک آرام سے آئے۔ دہلی کے قریب اپنے ہم سفر مسٹر انصار احمد خلف غیور احمد صاحب سابق مالک روزنامہ اخبار دہلی سے ملاقات ہوئی۔ بی۔ اے تک تعلیم ہے۔ سوا سات بجے دہلی پہنچے۔ سامان پارسل آفس میں رکھا۔ اور بازار کی سیر کو چلے گئے۔ وہاں وحید الرحمن عرفانی اور شبر صاحب مل گئے۔ ان کے ہمراہ مکان پر گئے۔ کھانا کھایا۔ اور سو گئے۔ رات بڑے مزے کی کٹی۔ الحمد للہ +

۶۔ نومبر ۱۹۰۷ء دوشنبہ خانقاہ مبارک حضرت محبوب الٰہی دہلی
صبح سات بجے کی گاڑی میں مکان پر آئے۔ سب کو خوش و خرم پایا غسل کیا۔ کپڑے بدلے۔ درگاہ شریف میں حاضر ہوئے۔ اور اپنے سرکار نامدار محبوب پروردگار کے مزار اطہر کے پہلو میں دیر تک بیٹھے رہے سفر نے کتنے دن اس سیراب کن مقام سے دور رکھا۔ آج وہ راحت و تسکین میسر آئی جو جسم و روح کا سرمایہ حقیقی ہے، دعائیں مانگیں۔ سفر کے دوستوں کو یاد کیا۔ اور صحبت خیر کو ختم کر کے گھر واپس آ گئے۔ فقط

تمت

بالخیر

خدائی لشکر کا ایک رسالہ

اقلیم دل پر نفس و شیطان نے لام باندھا ہے۔ حرص و طمع کی پلٹنیں۔ غرور و تکبر کے رسالے حسد و عناد کے ہتیار سجائے۔ سائنس و فلسفہ کی۔ سد رسانی کے بھروسے پر ایمانی سرحد میں گھسے چلے آتے ہیں۔ اور نفوس مطمئنۃ اطمینان سے قصر روحانی کے دریچوں میں ذکر الٰہی کر رہے ہیں تو کیا یہ

دشمن فتحیاب ہونگے؟

نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ جنود یزدانی حرکت میں آئے ہیں۔ قدوسی فوجیں ضرب نفی اثبات کے حربے اٹھائے نعرۂ **ھُو** لگاتی اُمڈی چلی آتی ہیں۔ اب توپیں گرجیں گی۔ گولے گولیاں برسیں گی۔ خون کی کیچڑ میں پاؤں پھسلیں گے نفس خودی کے تاجدار سپاہ الٰہی کی ٹھوکروں سے پامال ہونگے اگر کوئی اس پیشین گوئی کا ظہور دیکھنا چاہے تو خدائی لشکر کے ہراول :-

رسالہ نظام المشائخ دہلی

کو منگا کر دیکھئے۔ جو ہر قمری مہینے کی چھٹی تاریخ کو سیّدی و مولائی خواجہ **حسن نظامی** صاحب خواہرزادہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رح کی سرپرستی و نگرانی اور ملا **محمد الواحدی** کی ایڈیٹری میں **۲۷** صفحوں پر دہلی سے شائع ہوتا ہے۔ گویا ۲۷ صفحے لے کر ہر ماہ میں ایک بار الحاد و بے دینی کے کیمپ پر چھاپا مارتا ہے یہ وہ رسالہ ہے جسکی یلغار دنکی ہندوستان

میں وہ رسالہ ہے۔ یہ وہ رسالہ ہے جو علوم روحانی کو انگریزی۔ سنسکرت اور عربی چھاونیوں سے بلا کر اپنے اردو کے خیمہ میں جمع کر رہا ہے۔ یہی وہ **رسالہ** ہے جس نے ہزاروں انگریزی تعلیم یافتوں کو جو مرکز تصوف سے ہٹ گئے تھے۔ پھر دائرہ وحدت پر سمیٹ لیا ہے۔ یہی وہ **رسالہ ہے** جس کی خصوصیات حد شمار سے باہر ہیں۔ اور جس نے دور جدید اور دور قدیم کے مضمون نگاروں کو ایک میدان میں طبع آزمائی کا موقع دیا ہے۔

صوفیانہ رزم بزم

کے جلوے دیکھنے ہوں۔ سینکڑوں برس گذشتہ کے نامور بزرگوں کی محفلوں کا مشاہدہ کرنا ہو۔ علوم جدیدہ کو علوم قدیمہ کے پاؤں پر گرتا دیکھنا ہو تو رسالہ **نظام المشایخ** طلب کیجئے۔ راحت دل۔ آبدیدہ۔ وقت خوش درکار ہو تو اس رسالہ کو پڑھیئے۔ جسمیں تسکین۔ سوز۔ اور حیات جسمانی و روحانی کا عظیم الشان ذخیرہ مہیا کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب دوستانہ تحائف کے تبادلہ میں یہ رسالہ کام آتا ہے۔ بزرگ اپنے خردوں کو۔ پیر مریدوں کو۔ اسی کا انعام دیتے ہیں۔ مریدوں کی جانب سے بھی مرشدین کی خدمت میں یہی رسالہ نذر ہوتا ہے۔ شریف مستورات کے مطالعہ کے لئے بھی اسکی مانگ ہے۔ لہذا آپ کو بھی چاہیئے کہ خدائی لشکر کے اس رسالہ کا خیر مقدم کرکے غازیان دین کے رجسٹر میں اپنا نام لکھوائیں +

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک قسم خاص پانچ روپیہ۔ قسم اول ۱۲ ہے، قسم دوم ۸ ہے۔ ششماہی ۶ و ۴ علی الترتیب نمونہ ۴ ر میں ملتا ہے +

مینجر رسالہ نظام المشایخ دہلی سے طلب فرمائیں

سفرنامہ مصر، شام و حجاز

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی کے سفر مصر شام و حجاز کا روزنامچہ کلاں بابت ۱۹۱۱ء

دوبارہ چھپ گیا ہے۔ یہ اردو زبان میں اپنی طرز اور اپنی شان کا سب سے پہلا اور سب سے آخری

سفرنامہ مشہور ہے جسمیں تمام مصر اور بیت المقدس و علاقہ جات شام و مدینہ منورہ کی نہایت

مفصل و موثر کیفیت مرقوم ہے اور ایسے دلچسپ مضامین ہیں جو کسی سفرنامہ میں نہیں پائے جاتے

بالتصویر بھی ہے اور بے تصویر بھی۔ بالتصویر میں اسلامی دنیا یعنی مصر شام و بیت المقدس کی

نہایت نفیس اصلی فوٹو کی تصاویر ہیں۔ پہلے اسکی قیمت، بالتصویر کی تین روپیہ، اور

بلا تصویر کے عہ تھی۔ اب باوجود گرانی کاغذ اور قحط اسباب فوٹو کے محض رفاہ عام

کے خیال سے بحکم خواجہ صاحب قیمت میں بجائے اضافہ کے کمی کر دی گئی ہے یعنی بالتصویر

کی قیمت عہ اور بلا تصویر کی قیمت ۱؎ عہ

پتہ کارکن حلقۃ المشائخ دہلی سے منگائیے

سی پارۂ دل

یعنی مجموعہ کلاں مضامین خواجہ حسن نظامی

حضرت خواجہ صاحب کے اُن تمام مضامین کا مجموعہ ہے جو مختلف رسالوں اور اخباروں میں شائع ہوئے

اُردو سکھانے کا اتالیق

یہ کتاب درحقیقت اردو سکھانیکا اتالیق ہے۔ جو شخص اِس کتاب کو دو چار دفعہ ذرا غور سے پڑھ جائیگا۔ اُسکو اردو لکھنی آجائیگی۔ اور اسکی عبارت میں ایک اثر اور دلکشی پیدا ہوجائیگی۔ مدرسوں کے طالب علم اِسے پڑھکر بہت اچھا جواب مضمون لکھنے لگتے ہیں۔ چھوٹی لڑکیاں صرف اِسکے پڑھنے سے لائق بنجاتی ہیں۔ یہ مجموعہ تصوف، مذہب، تمدن، سیاست، اور انشاپردازی کا بے مثل ذخیرہ ہے۔ بڑی ضخامت۔ اچھا کاغذ۔ بڑا سائز۔ عمدہ خط نفیس چھپائی اور قیمت صرف عہ

پتہ کارکن حلقۃ المشائخ دہلی سے منگائیے

کتب خانہ

جامعہ کے عمومی ضابطے

۱۔ ادارہ کی مجلس انتظامیہ کتب خانہ کی نگران ہوگی۔

۲۔ کتب خانہ کے انتظام کے لیے مجلس انتظامیہ ایک کمیٹی مقرر کرے گی۔

۳۔ کتب خانہ کی کتابیں صرف ادارہ کے ممبروں کو جاری کی جائیں گی۔

۴۔ کتب خانہ کی کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

۵۔ کتب خانہ کی کتابیں ایم۔اے کی کلاس کے طلبہ کو نہیں دی جائیں گی۔

۶۔ کتب خانہ کی کتابیں ایم۔اے کی کلاس کے طلبہ کو نہیں دی جائیں گی۔

۷۔ ایک وقت میں دو کتابوں سے زیادہ کتابیں نہیں دی جائیں گی۔

۸۔ کتب خانہ کی کتابیں ایم۔اے کی کلاس کے طلبہ کو نہیں دی جائیں گی۔

۹۔ کتب خانہ کی کتابیں ایم۔اے کی کلاس کے طلبہ کو نہیں دی جائیں گی۔

۱۰۔ کتب خانہ کی کتابیں ایم۔اے کی کلاس کے طلبہ کو نہیں دی جائیں گی۔

۱۱۔ کتب خانہ کی کتابیں ایم۔اے کی کلاس کے طلبہ کو نہیں دی جائیں گی۔

۱۲۔ کتب خانہ کی کتابیں ایم۔اے کی کلاس کے طلبہ کو نہیں دی جائیں گی۔